ہمراہ اُسی بنگلہ میں رہا تھا۔ ڈاکٹر بشارت احمد اور بھنگی کو ایکساتھ ہتھکڑی لگاکر اُسی شام سرگودہ بھیجا گیا۔ سب ڈویژنل افسر اور سول سرجن بھی اُسی شام سلانوالی سے چلے گئے۔ وطن کو اطلاع ملی تھی کہ بمقام سلانوالی بیس ہزار روپیہ تک کی ضمانت پیش ہوئی مگر پنجابی کا بیان ہے کہ ۲۵ ہزار تک ضمانت پیش کی گئی۔ مگر سب ڈویژنل افسر نے نہ لی اسی اخبار کا بیان ہے کہ دوسرے دن ۱۷ ستمبر کو بدنصیب ڈاکٹر سرگودہ کے بازاروں میں سے عدالت پہونچایا گیا۔ اور کچہری کے برآمدہ میں دونوں کو اسی ہیئت میں بٹھا رکھا گیا۔ اور پھر حکم ہوا کہ اسے پیدل شاہپور جیل میں لیجایا جائے جو وہاں سے ۲۰ میل ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر شنبہ کو چلکر اتوار کی سہ پہر کو وہاں پہونچا۔ سوموار کی صبح کو حکم کی نقل کی درخواست [illegible] واپس کردی گئی۔ اور زبانی کہا گیا کہ مسل [illegible] ہے یہ حکم ایسے زمانہ میں صادر ہوا کہ شیشن جج [illegible] ہے اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سیکسر تھے۔ جہاں بار [illegible] جدوجہد وکیل ۱۹ سے پہلے نہ پہونچ سکا اسی دن مسل بھی پہونچ گئی اور صاحب ڈپٹی کمشنر نے ایکہزار روپیہ کی ضمانت پر رہائی کا حکمدیا۔ مگر یہ حکم چونکہ ۲۰ سے پہلے شاہپور نہ پہونچ سکا۔ اسلئے ڈاکٹر سنگل کے دن رہا ہوا۔

حوالات میں دیئے جانے کے علاوہ صاحب سول سرجن جو پاس ہی موجود تھے ڈاکٹر بشارت احمد کو معطل بھی کردیا چنانچہ اس معطلی کا ذکر مسٹر فلپی فیصلہ میں کرتے ہیں۔ مگر تعجب ہے کہ مقدمہ دوبارہ ۱۹ ستمبر کو پیش ہوا۔ اور اُسی دن اسسٹنٹ سرجن کا بیان مکرر ہوا لیکن غالباً سول سرجن کی تحریک پر صاحب انسپکٹر جنرل بہادر شفاخانجات نے بشارت احمد کی معطلی کا حکم ۵ استمبر کو ہی صادر کردیا تھا۔

مسٹر فلپی فیصلہ میں لکھتے ہیں کہ بشارت احمد اور کرم الدین جرم زیر دفعہ ۱۹۳ سے (جھوٹی گواہی دینا) کے مرتکب ہوئے ہیں۔ لہذا میں زیر دفعات ۱۹۵ و ۴۷۶ ضابطہ فوجداری حوالات میں کرکے ان کو صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ اگر صاحب ممدوح مقدمہ کی خود ہی تجویز فرماویں تو بہت مناسب ہوگا تاکہ کسی کو حرف زنی کرنے کا موقع نہ ملے۔ وجوہ یہ درج ہیں۔ سول سرجن کی تو زن اار اونس بتاتا ہے۔ اور بشارت احمد ۳ ہ اونس۔ سول سرجن کسی شگاف کا ہونا بیان کرتا ہے۔ اور بشارت احمد نے دو شگاف بتائے۔ بائٹ رکھنے کے کرم الدین و بشارت احمد کا اختلاف ہے۔ کے وزن کے متعلق اختلاف۔ دس سالہ اسسٹنٹ سرجن ایسے افسر کو حوالات میں کردینا جو بڑے کیس تھا اسکو ہتھکڑی لگوانا معقول سے معقول ضمانت سے انکار کردینا بازاروں میں پھرایا جانا برآمدہ میں بٹھایا جانا۔ پیدل جانے کا حکم دیا جانا وغیرہ وغیرہ حیرت افزا ورنجیدہ امور سے قطع نظر اس تمام کارروائی میں جو صریح بلحاظ ضابطگیاں ور اور اہم قانونی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں وہ اعلیٰ حکام اور خاصکر سرلوئیس ڈین پر چشم زدن میں واضح ہو گئی ہونگی تاہم آگاہی عام کیلئے اس موقعہ پر یہ درج کردینا نامناسب نہ ہوگا۔ کہ کوئی عدالت زیر دفعات ۱۹۵ و ۴۷۶ کسی شخص کے برخلاف حلف دروغی کا مقدمہ قایم نہیں کرسکتی جب تک کہ اصل مقدمہ کا آخری تصفیہ نہ ہوگیا ہو۔ دیکھو ویکلی رپورٹر جلد ۱۶ صفحہ ۶۷۔ مدراس ہائیکورٹ رولنگ جلد اول صفحہ ۳۰۔ اس اصول کو بیان کرنا ضروری سمجھا گیا ہے کہ دیوانی مقدمات میں بھی اس کی تعمیل ضروری سمجھی گئی ہے جیساکہ بمبئی لارپورٹ جلد ۱۶ صفحہ ۷۲۹ سے ظاہر ہورہا ہے نیز فیصلجات سے پنجاب ریکارڈ ۱۸۹۲ء صفحہ ۵۔ الہ آباد جلد ۴ صفحہ ۱۸۲۔ الہ آباد جلد اول صفحہ ۴۹۰ و جلد ۵ صفحہ ۳۹۸۔ اور یہاں ابھی شنش نے مقدمہ کی باضابطہ سماعت بھی شروع نہیں کی۔ دوسرا بڑا سقم یہ ہے کہ کوئی عدالت باختیار خود زیر دفعہ ۱۹۵ عمل پیرا نہیں ہوسکتی اسلئے لازمی ہے کہ کوئی پرائیویٹ شخص جسکو مزعومہ حلف دروغی سے نقصان پہونچا ہو درخواست دے اور اجازت استغاثہ حاصل کرے۔ سوم ان دو شرطوں کے پورے ہو جانیکے باوصف کوئی حکم کوئی عدالت ان دونو دفعات کے رو سے نہیں دے سکتی۔ جبتک کہ حلف دروغی کے ارتکاب کے متعلق تمہیدی تحقیقات سے اطمینان نہ کرلیا جائے۔ دیکھو الہ آباد لارپورٹ جلد ۶ صفحہ ۹۸ و ۱۰۱ و جلد ۵ صفحہ ۶۲ و مدراس جلد ۷ صفحہ ۱۹۶۔ اور پھر یہی نہیں کہ بیانات یا سپردگی سے پہلے ایک الگ تمہیدی تحقیقات ہو۔ بلکہ یہ کہ اس تحقیقات میں ملزم کا بیان ہونا بھی ضروری ہے دیکھو کلکتہ جلد ۱۲ صفحہ ۵۵۔ الہ آباد جلد ۱۸ صفحہ ۲۵۹ مدراس جلد ۷ صفحہ ۲۲۴ وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر حاضری ہی ضروری نہیں بلکہ یہ کہ ملزم کو یہ ظاہر کرنیکا موقعہ دیا جائے کہ کیوں اس کے برخلاف اجازت یا حکم ارجاع مقدمہ نہ صادر کیا جاوے۔ دیکھو مدراس ہائیکورٹ پروسیڈنگ مورخہ یکم ستمبر ۱۸۹۵ء مدراس لارپورٹ جلد ۴ صفحہ ۲۲۴۔ کلکتہ لارپورٹ جلد ۱۹ صفحہ ۲۴۵ وغیرہ وغیرہ۔ یہاں نہ کوئی سرسری یا تمہیدی تحقیقات ہوئی نہ ملزم کا بیان لیا گیا نہ اُسے موقعہ دیا گیا۔ نہ اصل مقدمہ کو ختم ہونے دیا گیا۔ اور پھر سب سے عجیب تر یہ کارروائی کہ دونوں گواہوں کو یکساں ملزم بنادیا۔ حالانکہ انہیں سے ایک کا بیان ضرور سچا تھا۔ اور اگر محض اختلاف ہی کافی وجہ مواخذہ سمجھی گئی ہے تو سول سرجن کے بیان کے اختلاف از بیان بشارت احمد وغیرہ کو اس کلیہ سے کیوں مستثنیٰ رکھا گیا۔ مگر کامل یقین ہے کہ مسٹر لوئیس ڈین اور ہز ایکسلنسی لارڈ منٹو کے عہد میں قانون کی ایسی بے حرمتی سے ہرگز درگذر نہیں فرمایا جائیگا۔ (باقی آئندہ)

اخبار وطن کی رائے

معاملہ بھیرہ

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن بھیرہ کے ابتلا اور تحقیر و تذلیل نا واجب و ناروا کا مختصر ذکر پچھلے پرچہ میں درج ہو چکا ہے۔ بادی النظر میں یہ کارروائی ایسی دردناک اور رنجدہ تھی کہ صوبہ بھر کے اخبارات نے بلا لحاظ مسلمان و ہندو کے بالاتفاق اسپر کمال حیرت واستعجاب اور تاسف و افسوس کا اظہار کر کے باادب مگر زور کے ساتھ ہز آنر سر لوئیس ڈین بالقابہم کو فوری توجہ دلائی تو اسطرح سربرآوردگان ملک میں سے بھی اکثر نے فوراً کسی نہ کسی پیرایہ میں اعلیٰ احکام کو اس تشویش سے آگاہ کر دینا اپنا فرض سمجھا۔ جو اس افسوسناک خبر سے طبعاً تمام اخبار خوان دنیا اور خصوصاً ملک میں محسوس ہونے لگی تھی اگر پبلک کو اطمینان ہے تو زیادہ تر اس امر سے کہ وہ جانتی ہے کہ جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر بالقابہ کی انصفت پسندی اور بیدار مغزی پر کامل بھروسہ کیا جا سکتا ہے چنانچہ اگر حالات اور واقعات متقاضی ہوں تو ماثق یقین ہے کہ سر لوئیس ڈین بہادر اس معاملہ میں سر ڈینس فرٹیرک کے نقش قدم پر چلنے سے دریغ نہ فرمائینگے کیونکہ اگر حافظہ غلطی نہیں کرتا تو مسٹر سیرلین کے معاملہ کے زمانہ میں غالباً ہمارے موجودہ حکمران ہی سر ڈینس کے دست راست اور مشیر خاص اور پنجاب گورنمنٹ کے روح رواں یعنی چیف سکرٹری تھے۔

جن واقعات سے یہ دردناک معاملہ پیدا ہوا انکی مختصر کیفیت حسب ذیل ہے:-

۱۷ ستمبر کو بھیرہ کے ایک مسلمان زمیندار قوم ملھیار کے ہاں شادی کی تقریب پر اسکے ایک یا دو خوجہ قوم کے دوستوں نے فقرائیں پیسے کی نچھاور کی ایسے موقعوں پر فقرائیں باہم دھکم دھکا اور ریل پیل ضرور ہوتی ہے۔ اس دھینگا مشتی میں ایک سولہ سالہ فقیر مسمی دربار علی گر پڑا۔ اسکے رشتہ دار جو وہیں موجود تھے اسے شفاخانہ لیگئے مگر وہ راستہ ہی میں مرگیا پولیس نے زیر دفعہ ۳۰۴ تعزیرات ہند پرچہ چاک کر کے تفتیش شروع کی مسٹر فلبی سب ڈویژنل افسر سرگودہا اسدن اتفاقاً بھیرہ پہنچ گئے پولیس نے نچھاور کرنے والے خوجہ پر مواخذہ کیا کہ اسکے مارنے سے دربار علی مرا۔ سب ڈویژنل افسر کو چند یوم پیشتر سے خوجہ قوم کی نسبت کچھ ایسی بدگمانی ہو گئی تھی کہ یہی نہیں کہ ایک فیصلہ میں ہی اسکا بصراحت ذکر کیا گیا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر بھی علاقہ میں انکے اس رائے کا چرچا خوب پھیل چکا تھا۔ یہاں غالباً یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بھیرہ۔ میانی۔ پنڈ دادنخان و خوشاب میں اس قوم کی معقول آبادی ہے۔ اور مسلمان شہریوں میں زیادہ تر اسی قوم کے افراد متمول پائے جاتے ہیں گو بظاہر اس قوم کا تذکرہ بے محل معلوم ہوگا لیکن جب پوری پوری تفصیل سے واقعات ظاہر کرنیکا موقعہ آیا تو ناظرین اور گورنمنٹ عالیہ اسے ضرور برمحل تصور فرمائے گی۔

صاحب کے آنیکی خبر پاکر پولیس افسر تفتیش کنندہ نے اُسی دن چند گواہ بغرض تصدیق بیان پیش کر دیئے۔ عام خیال ہے کہ چونکہ ملزم ایک خوجہ تھا۔ اس لئے اس احتیاط و تعجیل سے کام لیا گیا۔ مسٹر فلبی نے ۳۰۴ کی بجائے دفعہ ۳۰۲ قائم کرنیکی ہدایت کر کے چالان کو اُسی دن مکمل کر کے پیش کرنیکی تاکید کی۔ مگر ڈاکٹری رپورٹ کا ابھی نتیجہ نہ نکلا تھا اسلئے دوسرے دن پر ملتوی رکھا ڈاکٹر بشارت احمد نے رپورٹ کی کہ متوفی تلی پھٹنے سے مرا ہے۔ تلی کا وزن ۲۰۴ اونس ہے اور اس میں دو جگہ شگاف آیا ہوا ہے۔ اُسی کے مطابق ۱۸ کو ڈاکٹر صاحب نے عدالت میں شہادت دی۔

اس شہادت کے باوصف مسٹر فلبی نے اُسی دن مقدمہ زیر دفعہ ۳۰۲ (قتل عمد) سشن سپرد کر دیا۔ مگر رائے صاحب بھگت نرائن داس صاحب سشن جج نے مسل کو پڑھتے ہی ملزم کو پانچسو روپیہ کی ضمانت پر رہا کر دیا اور بتاریخ ۵ ستمبر سرکاری وکیل کو نوٹس دیا۔ کہ وجہ بتائی جائے کیوں یہ سشن سپردگی کالعدم نہ کر دیجائے۔ وطن اس موقعہ پر بھیرہ کے مقامی معاملات و حالات پر سردست کچھ لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ سر لوئیس ڈین اگر جناب فرنچ صاحب سے جو وہاں کے ڈپٹی کمشنر رہ چکے ہیں دریافت فرمانا چاہیں تو باغلب وجوہ بہت کچھ عجیب و غریب حالات معلوم کر سکیں گے اور ان سے حضور ممدوح کو یہ بھی معلوم ہو سکیگا کہ زیر بحث معاملہ کن کن اسباب کا نتیجہ ہے۔

صاحب سشن جج کے اس حکم سے بعد ۱۴ ستمبر کو مسٹر فلبی معہ سول سرجن شام کے قریب بھیرہ پہونچے متوفی کی قبر کھدوا کر لاش نکلوائی گئی سول سرجن نے لاش میں سے تلی نکال لی۔ اور دونوں صاحبان اسی وقت بھیرہ سے روانہ ہو گئے۔ اور مسٹر فلبی نے صاحب سشن جج کو تحریر کیا کہ انہوں نے اور ثبوت بہم پہونچا لیا ہے مسل بغرض تکمیل واپس ارسال فرمائی جائے۔ صاحب موصوف نے مسل واپس بھیجدی ملزم پھر حوالات میں کر دیا گیا اور ۲۶ ستمبر کی تاریخ کیلئے ڈاکٹر بشارت احمد مکرر شہادت کیلئے مع چند اشخاص دیگر طلب ہوئے اس تاریخ مسٹر فلبی کا مقام موضع سلانوالی تھا جو سرگودہ سے چند اسٹیشنوں کے فاصلے پر ہے اول کپتان جوڈوائن سول سرجن کی شہادت ہوئی اس نے بیان کیا کہ تلی کا وزن ۱۱-۱۲ اونس کے قریب پایا گیا اور کہ اسپر کسی شگاف کا نشان نظر نہ آیا اور کہ متوفی کی تلی صحیح سالم حالت میں ہونیکی صورت میں ۶ اونس ہونی چاہیئے تھی۔ بعد میں کہا کہ ممکن ہے متوفی کی تلی اس عرصہ میں کچھ سکڑ اور کم وزن ہو گئی ہو۔ اور یوم وفات کو ۲۰ اونس ہو۔ اور جہاں میں نے تلی کو چیر دیا ہے ممکن ہے وہاں ایک شگاف ہو اور متوفی کا پیٹ خون سے صاف تھا ڈاکٹر بشارت احمد نے اپنے سابقہ بیان کا اعادہ کیا۔ اور کہا کہ متوفی کے پیٹ کو خون سے اچھی طرح صاف نہیں کیا گیا تھا اور کہ نزا زو پر باٹ کرم الدین بھنگی نے رکھے تھے۔ کرم دین کا بیان پہلی مرتبہ ہوا۔ اس نے کہا کہ پیٹ کا خون کپڑے سے صاف کیا گیا تھا۔ اور باٹ ڈاکٹر نے رکھے تھے۔ شہادتوں کے خاتمہ پر کل گواہ باقاعدہ رخصت کر دیئے گئے۔ ڈاکٹر بشارت احمد کو پرچہ حاضری اور زر خوراک دیکر رخصت کر دیا گیا اور وہ فرودگاہ پر واپس چلے گئے جہاں سے وہ اسٹیشن کو جانیکے لئے تیار تھے۔ کہ تقریباً ایک گھنٹہ بعد سپاہی آیا کہ صاحب ڈاکٹر صاحب اور بھنگی کو بلاتے ہیں وہ دونوں موقعہ عدالت پر پہونچے تو دونوں کو فوراً ایک ساتھ ہتکڑی لگا دیگئی۔ بشارت احمد نے جرم پوچھا تو زیر دفعہ ۱۹۳ بتایا گیا۔ ڈاکٹر بشارت احمد نے کہا کہ ضمانت دے سکتا ہوں۔ مگر انکار کیا گیا۔ سول سرجن باقی گواہ جو رخصت ہو گئے پھر مسٹر فلبی ...

... اور حالات وطن تک پہونچے ہیں اسکو اس موقعہ پر ظاہر کرنیکی ضرورت معلوم نہیں ہوتی ...

بھائی عبدالحکیم کورٹ آف وارڈ کلارک انبالہ کی صحت کے لئے احباب کی دردمندانہ دعاؤں کے لئے درخواست کرتے ہیں۔ منشی عبدالحکیم پانچ ماہ سے بعارضہ سل بیمار ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے حضور بھی وہ علاج کے لئے پہنچے ہیں۔ اور اب لاہور سے ہوکر انبالہ واپس جائینگے۔
دعاؤں سے احباب اپنے مخلص بھائی کی مدد کریں

محمڈن مشنری سوسائٹی یا اسلامی مبلغین کی جماعت

غالباً ملک و قوم کو مدرسہ الٰہیات کے وجود اور اُس کے مقاصد سے بے خبری نہیں ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ کچھ حصہ کو اس کی برکات سے لاپرواہی ہو مگر اُمید لگائی جاتی ہے کہ مدرسہ کے متواتر عملی کارنامے رفتہ رفتہ اس لاپرواہی کو بھی دور کرنے میں کامیاب ثابت ہونگے۔ قوم کو معلوم ہے کہ مدرسہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ محمڈن مشنریز یا اسلامی مبلغین کی جماعت طیار کرکے اشاعت اسلام کے صیغہ کو باقاعدہ انجام دیا جائے چنانچہ اس غرض کے لئے دو سال تک طلباء کو اشاعت اسلام کے متعلق ضروری علوم کی تعلیم دی جاتی رہی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طالبعلم فارغ التحصیل ہوکر اور انہیں دنوں میں ان کے عطاء سند کا ایک عظیم الشان جلسہ قرار پایا تھا جس سے قوم کو بخوبی واقفیت حاصل ہوچکی ہے۔ لیکن ابھی مدرسہ کا اصلی مقصد پورا ہوا تھا کیونکہ وہ تعلیم کو عمل کا صرف ایک آلہ سمجھتا ہے نہ کہ مقصود بالذات اور لقب العالمین پانا اُس کا مقصد۔ اور غرض اُس وقت پورا ہوتا جب وہ اشاعت اسلام کے کام میں عملی حصہ لینا شروع کرتا اور حق یوں ہے کہ یہی مدرسہ کی زندگی کا زریں دور ہوسکتا ہے۔ اس نقشہ پر پہنچکر افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ بدقسمتی سے مسلمانوں میں ابتک کوئی باقاعدہ محمڈن مشنریز سوسائٹی قائم نہیں ہے جو کہ عیسائی سوسائٹیوں کے مانند باضابطہ طور پر ترویج دین کا کام انجام دے اور قوم کو اُس پر کافی بھروسہ ہو ورنہ مدرسہ کی خاموش اور اتحاد آئین پالیسی کا پہلا فرض یہ ہوتا کہ اپنے طلباء کو اس مرکز سے متعلق کرکے اپنے عملی کاموں کو اس جماعت کے ہاتھوں میں دیدیتا۔ اس مجبوری سے اسکو اشاعت اسلام کی عملی صیغہ کو اپنے ہی ہاتھوں میں لینا پڑا۔ اور آج وہ مبارک دن ہے جسمیں مدرسہ الٰہیات کانپور نے قومی ضروریات کے لحاظ سے محمڈن مشنری سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ کل فارغ التحصیل طلبہ کو اُس نے کافی تنخواہوں پر ملازم رکھکر سات مختلف مقامات تبلیغ وترویج کے لئے اُن کے سپرد کردئے۔ ان مشنریوں کا یہ فرض ہوگا کہ اپنے اصلی مقاصد کے ضمن میں گورنمنٹ انگلشیہ کی برکات اور خوبیوں کو پبلک پر ظاہر کرتے ہوئے تاج اور تخت کی وفاداری دلوں میں مرکوز کریں اتحاد واتفاق قائم رکھنے کے لئے یہ قاعدہ رکھا گیا ہے کہ یہ مشنریز اپنی مقامی انجمنوں سے بلا کسی معاوضہ کے تعلق ارتباط قائم رکھینگے۔ اور کبھی اپنے کو اُن سے علیحدہ نہ سمجھینگے۔ ہاں اُن کا اصلی تعلق اور گہرا تعلق اپنے مرکز مدرسہ الٰہیات سے رہیگا۔ اور یہی ان کے لئے بحیثیت محمڈن مشنریز سوسائٹی کے تمام ضروریات کو انجام دیگا۔ ہم اس مبارک سوسائٹی کے قیام کی اطلاع دیکر اپنی قوم کو اُس سے روشناس کرانا چاہتے ہیں اور اُمید لگائے ہیں کہ اس مفید اور عظیم الشان مقصد سے پوری دلچسپی ظاہر کریگی۔

(حافظ احمد اللہ آنریری سکرٹری مدرسہ الٰہیات کانپور)

عزت نشان فقیر سید افتخار الدین مہتمم بندوبست

سابق سفیر دولت خداداد افغانستان فقیر سید افتخار الدین صاحب کو گورنمنٹ نے ان کی قابل قدر خدمات اور قابلیت کے لحاظ سے ضلع ہوشیارپور کے بندوبست میں مہتمم مقرر فرمایا ہے۔ اس تقرر پر لاہور کے متعصب اخبار ٹریبون نے نہایت بیہودہ اور بے معنی مخالفت کا اظہار کرکے اپنی تنگدلی کا اظہار کیا ہے۔ کچھ ضرورت نہیں کہ ٹریبون کی لغو تحریر کا کوئی جواب دینے کی کوشش کیجاوے کیونکہ فقیر سید افتخار الدین صاحب کی خدمات اس قسم کی ہیں کہ اگر گورنمنٹ ازراہ قدردانی انھیں مہتمم بندوبست کی بجائے کسی اور معزز آسامی پر بھی ممتاز فرماتی تو وہ فی الواقع اس کے اہل اور حقدار تھے۔ خاندانی حیثیت سے جو امتیاز امور ملکداری اور تدبر میں اس خاندان کو پنجاب میں حاصل ہے۔ اور وہ ایک ظاہر بات ہے۔ فقیر صاحب نے سفارت کابل کے اہم فرائض کو جس دانشمندی۔ دیانت اور صائب تدبیری سے سرانجام دیا ہے گذشتہ سفرائے کابل میں اس کی نظیر نہیں ملتی پھر بندوبست کے کام سے جسقدر واقفیت اور تجربہ فقیر صاحب کو ہے اس کی نظیر اگر دوسرے دیسی عہدہ داران میں ملسکتی ہے تو صرف خانبہادر مرزا سلطان احمد صاحب تو ان کا جواب ہوسکتے ہیں ورنہ وہ اس میں فرد ہیں۔ علاوہ بریں مجھے اس بات میں حیرت ہے کہ فقیر صاحب نے ہمارے برادران وطن کو ہمیشہ بیحد نفع پہنچایا ہے اور ان کی شخصیت میں قومیت کا تفرقہ کوئی اثر نہیں رکھتا پھر نہیں معلوم کہ اس تقرر پر حاسدانہ نکتہ چینی کیا معنی رکھتی ہے اصل یہی ہے کہ

مقتضائے طبیعتش این است

بہرحال ٹریبون کی تحریر اسبارہ میں محض نفسانیت اور دلی عداوت کا نتیجہ ہیں اور وہ فقیر صاحب کی مسلم خدمات اور مسلم قابلیت۔ مسلم دیانت اور مسلم مستعدی کے مقابلہ میں ہیچ اور محض ہیچ ہیں۔ گورنمنٹ انصاف اور حق رسی کے اصول کو ٹریبون سے بہتر جانتی ہے اور سمجھتی ہے۔

اظہار شکریہ کا جلسہ تبت میں

ٹیگ (تبت) سے لالہ ہردیال صاحب سکرٹری انڈین

شامل نہیں ہوا صرف ناواقفی پر مبنی ہے۔ ہاں میں یہ تسلیم کرنے کو طیار ہوں کہ اسلام پر جو مضمون پڑھا گیا وہ اُن لوگوں کیطرف سے تھا جو بدون کسی نمائش اور تکلف کے اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں یعنی

سلسلہ عالیہ احمدیہ کیطرف سے

جو اشاعت اسلام کے لئے خاص غیرت و حمیت رکھتا ہے اور کوئی موقعہ جو اسے اشاعت اسلام اور حقائق قرآن کے اظہار کا مل سکے وہ ہاتھ سے نہیں دیتا۔ ہاں اسی سلسلہ کیطرف سے جسکا ایک شائع کردہ مضمون

اشاعت اسلام صاحب وکیل نے دیکھ ... وکیل ٹریڈنگ کمپنی کی تالیفات کے سلسلہ میں چھاپکر فخر سے شائع کیا ہے۔ پس یہ مضمون جو کلکتہ کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا گیا وہ ایسے ہی دل و دماغ کا نتیجہ تھا۔

اس غلط فہمی کے رفع کرنے کے بعد آئندہ کانفرنس کے متعلق جو رائے وکیل نے دی ہے مجھے اسپر نظر کرنا ہے۔ ایڈیٹر صاحب وکیل نے اس کانفرنس کو

اقوام ہند کی مذہبی مجالس

کیصورت میں تبدیل کر دینے کا مشورہ دیا ہے۔ اور مجالس مذکور میں جو کام ہو اسکی تصریح کی ہے جسکو میں نے زیر خط لکھ دیا ہے یہ رائے ایسی سقیم اور کمزور ہے کہ ایڈیٹر وکیل کیطرف منسوب کرتے ہوئے مجھے افسوس اور شرم آتی ہے۔ کیونکہ اس سے بڑھکر مضحکہ خیز رائے کیا ہوگی کہ تمام مذاہب کے قائم مقام شریک ہوکر اپنے مذاہب کی ترقی کی تدابیر پر غور کریں۔ یہ کام مختلف مذاہب کی مذہبی کانفرنس کا نہیں ہو سکتا اور قطعاً نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ تو ہر ایک مذہب کی اپنی **کانفرنس کا کام** ہے کہ وہ اپنے مذہب کی حفاظت اور اشاعت کے اسباب و ذرائع پر غور اور بحث کرے۔ کیونکہ ہر ایک مذہب کے اغراض جدا ہیں اسلام تمام مذاہب پر حاوی ہونا چاہتا ہے۔ برخلاف اس کے عیسائیت کے حامی اسے مٹانے کی فکر میں ہیں اب ایک عیسائی اور مسلمان اکٹھے ہوکر تدابیر ترقی مذہب کی کیا تجویز کرینگے۔ جو تدابیر عیسائی اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے سوچیگا وہ اسلام کے لئے مضر ہیں اور جو مسلمان قرار دیگا وہ عیسائیت کے لئے وبال جان ہیں وقس علیٰ ہذا۔ ایسی حالتمیں ایڈیٹر صاحب وکیل کی رائے نہایت ہی

بودی اور کمزور ہے

کسی مذہبی کنفرنس کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ مختلف مذاہب کے قائم مقام اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ آخر قلوب تو اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور وہی کسی تقریر اور بیان میں اثر ڈال سکتا ہے۔ اشاعت اسلام کرنے والوں کا یہ کام نہیں کہ وہ مسلمان بھی کرلیں۔ قبول حق کے لئے قوت اور توفیق دینا اور کسی بیان یا تقریر کو موثر بنا دینا یہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ جب کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس امر پر قادر نہیں کہ وہ **جتنے لوگوں کو سنائیں** اُنھیں اپنا ہم عقیدہ ہی بنالیں **تو کسی اور کے لئے** کب ممکن ہے۔

اس قسم کی مذہبی کانفرنسوں سے **بڑا بھاری فائدہ** یہ ہو سکتا ہے کہ اسلام کے متعلق جو **غلط فہمیاں پیدا** ہوئی ہیں وہ دور ہو سکتی ہیں۔ اور فہیم طبقہ میں **اسلام کے** متعلق مطالعہ کرنے کی دلچسپی پیدا ہو جاوے۔ پس اس لحاظ سے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس میں شریک ہوں۔ ہاں میری دانست میں یہ زیادہ مبارک ہوگا کہ متعدد آدمی اپنے اپنے مضامین لکھیں اور پھر چند فہیم اور ذی علم آدمیوں کی کمیٹی جس مضمون کو پسند کرے اُسے پیش کیا جاوے یہ تو ایک اتحادی صورت ہو سکتی ہے۔ مگر مجھے اُمید نہیں مسلمان اسپر توجہ کریں۔

این ماتم سخت است کہ گویند جوانمرد

عالیجناب ٹھاکر سردار لساوا سنگھ صاحب دیوان ریاست **اجی گڈھ** نے نہایت افسوس اور دلی رنج سے یہ خبر بھیجی ہے کہ ہز ہائنس سوائی **منجھلے** مہاراج صاحب بہادر کی **رانی صاحبہ** نے انتقال **فرمایا** اور رانی صاحبہ موصوفہ کے انتقال پر یہ کہنا بالکل درست ہے

این ماتم سخت است کہ گویند جوانمرد

منجھلے مہاراج صاحب بہادر سے ایڈیٹر الحکم کو ذاتی نیاز حاصل ہے۔ اور وہ آپ کے اخلاق اور متانت و فہیم طبیعت کا بدل معترف ہے۔ اس لیئے اس صدمہ میں وہ ہز ہائنس سے اور **اجیگڈھ کے شاہی خاندان** سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے

رانی صاحبہ موصوفہ اپنی خداداد قابلیت اور فہم و فراست اور نیکیوں کیوجہ سے شاہی خاندان میں نہایت **عزت** و احترام کی نظر سے دیکھی جاتی تھیں۔

موت ایک ایسی ناگزیر راہ ہے کہ اسپر ہر امیر و غریب شاہ و گدا کو اپنے وقت پر گذرنا پڑتا ہے۔ اس لئے مجال دم زدن نہیں۔ چونکہ ریاست اجیگڈھ کے **فرمانروا** بزرگ صورت، **مہاراجہ صاحب بہادر** شاہی دل و دماغ اور حکومت کے ساتھ ایک دھڑکتا دل رکھتے ہیں اسواسطے **مجھے** ضرورت نہیں کہ رسمی طور پر صبر کی تلقین کروں۔ ہز ہائنس میرے الفاظ سے بہت ہی زیادہ اپنے نمونہ سے حکمراں خاندان کے تمام ممبروں اور خصوصاً جناب **منجھلے مہاراج صاحب** بہادر کو صبر و تسلّی کا ایک موثر اُپدیش دینے والے ہیں۔ اس لئے اس حصّہ کو میں ہز ہائنس ہی کے لئے چھوڑتا ہوں۔ ایسا ہی میں مناسب نہیں سمجھتا کہ دردناک پیرایہ میں اس صدمہ کی تصویر کھینچوں جو ہز ہائنس منجھلے مہاراج صاحب کو ایک غمگسار اور اپنی **زندگی کی ہمراز** و مونس رانی کی ناگہانی وفات سے اور معصوم بھولے بھالے ناتی راجوں کو شفیق والدہ کی گود سے الگ ہونے کا ہوا ہے کیونکہ یہ تذکرہ درد افزا ہوتا ہے پس میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اجیگڈھ کے حکمراں خاندان پر اپنا فضل کرے اور اس غم میں وہ ان کے لئے تسلّی اور اطمینان **کا نور** اپنا نازل کرے۔ جو تمام کوفتوں اور غموں کی تاریکی کو دور کردے

آمین!

درخواست دعا

بابو عبدالرحمٰن صاحب ہیڈ کلرک انبالہ جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نہایت مخلص اور سرگرم رکن ہیں اپنے بیمار

سمجھنا چاہیے کہ وہ کسی کے سلام کے منتظر رہتے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے سلام کا جو جواب دیا جائیگا وہی مجھپر سلام ہوگا - وہ ہمیشہ پہلے سلام کرتے تھے اور اس میں امیر و غریب کسی کی بالکل تفریق نہ تھی ایک دفعہ ایک شخص کو اُنھوں نے سلام کیا لوگوں نے کہا یہ تو یہودی ہے آپ نے فرمایا تو میرا سلام لوٹا دو - ایکدفعہ ایک حبشی کے پاس ہوکر گذرے اور اُسکو سلام کیا لیکن اُسنے جواب نہیں دیا - لوگوں نے کہا یہ حبشی طمطانی ہے آپ نے فرمایا طمطانی کسکو کہتے ہیں لوگوں نے جواب دیا کہ ابھی تازہ تازہ کشتی سے نکالا گیا ہے - یعنی نووارد ہے آپنے فرمایا ہم تو گھر سے صرف اسی لیئے نکلتے ہیں کہ ہم خود سلام کریں اور ہمپر سلام کیا جائے - ایکدفعہ راستے میں گذرے اور سلام کرنا بھول گئے یاد آیا تو لوٹے اور عذر کیا کہ میں سلام کرنا بھول گیا تھا اب سلام کرتا ہوں اُن میں اگرچہ باوجود اس زہد و تقوی کے رہبانیت کا شائبہ بھی نہ تھا - چنانچہ نافع کا بیان ہے کہ میں نے اُنکو پانچسو تک کی چادر اوڑھے ہوے دیکھا ہے لیکن انکسار و غرور سے بچنے کے لئے عموماً زیادہ بیش قیمت اور پرتکلف نہیں پہنتے تھے - قزعہ عقیلی کہتے ہیں کہ حالت احرام میں اُن کو ایکدفعہ سردی معلوم ہوئی - اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ میرے اوپر چادر ڈال دو - میں نے اُن کو ایک چادر اُڑھا دی بیدار ہوے تو اُسکے نقش و نگار اور بوٹوں کو جو ریشمی تھے دیکھنے لگے - اور فرمایا کہ اگر یہ بوٹے نہ ہوتے تو اُس کے اوڑھنے میں کوئی ہرج نہ تھا -

ایکدفعہ کسی نے اُن کو ہروی کپڑے جو نہایت بیش قیمت ہوتے تھے ہدیتہً دیئے - اُن کو یہ کہکر واپس کردیا کہ اس کے پہننے میں کوئی ہرج نہیں تھا - لیکن ہم کبر و غرور کے خوف سے اسکو نہیں پہن سکتے - وہ تواضع و انکسار کیوجسے کوئی لفظ اپنی شان سے بالاتر سننا پسند نہیں کرتے تھے - ایکدفعہ ایک شخص نے اُن سے پوچھا آپ کون ہیں - آپنے فرمایا جو تم کہو میں وہی ہوں - اُسنے کہا آپ سبط ہیں آپ وسط ہیں - اُنھوں نے کہا سبحان اللہ سبط تو بنی اسرائیل میں سے تھا اور وسط تمام اُمت محمدیہ ہے البتہ ہم قبیلہ مضر کے اوسط ہیں - وہ ہمیشہ اسکو مکروہ سمجھتے تھے کہ اُن کو کوئی دوسرا شخص وضو کرائے - مجاہد کہتے ہیں کہ میں اُن کے ساتھ سفر میں ہوتا تھا - جہانتک ممکن ہوتا وہ اپنا کام خود کرتے تھے یہانتک کہ خود اونٹ کا پاؤں دباتے تو میں اُسپر سوار ہوتا - حضرت عبداللہ بن عمر سے عام طور پر لوگ فتوے پوچھا کرتے تھے - دنیادار اور جاہ پرست عالموں کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی مسئلہ صحیح طور پر نہیں معلوم ہوتا تو اپنے بھرم قائم رکھنے کے لئے طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں اور صاف طور سے عدم علم کا اعتراف نہیں کرتے - لیکن حضرت عبداللہ بن عمر سے جب کوئی فتوی پوچھا جاتا اور آپ کو اُس کا صحیح جواب نہ معلوم ہوتا تو صاف طور پر کہدیتے اور اُسپر فخر کرتے تھے اور یہ اُن کی صداقت اور انکسار کی سب سے بڑی دلیل ہے - ایکدفعہ اُن سے ایک شخص نے ایک سوال کیا آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں - جب وہ واپس چلا تو فخریہ کہنے لگا کہ ابن عمر سے ایک بات پوچھی گئی جو اُسکو معلوم نہ تھی - اُس نے صاف کہدیا کہ مجھے معلوم نہیں - یہی وجہ تھی کہ انھوں نے قضاوت کی خدمت کبھی قبول نہیں کی - حضرت عثمان رض نے اُنسے یہ خدمت لینا چاہی - لیکن اُنھوں نے کہا کہ نہ میں دو آدمیوں کی امامت کرونگا نہ دو آدمیوں کا مقدمہ فیصل کرونگا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تین قسم کے قاضی ہوتے ہیں ایک وہ جو جہالت کے ساتھ قضاوت کرتا ہے تو اُس کا ٹھکانا جہنم میں ہے - دوسرا وہ جو عالم ہے لیکن مائل الی الدنیا ہے اُس کا گھر بھی دوزخ ہے تیسرا وہ ہے جو اجتہاد کرتا ہے اور صحیح رائے قائم کرتا ہے تو اُس کو نہ عذاب ہوگا نہ ثواب حضرت عثمان رض نے فرمایا آپکے باپ تو قضاوت کرتے تھے اُنھوں نے کہا جب کوئی پیچیدہ بات آپڑتی ہے تو وہ رسول اللہ سے پوچھ لیتے اور اگر رسول اللہ کو وہ بات نہ معلوم ہوتی تو وہ جبرئیل سے دریافت کر لیتے - لیکن اگر ایسا ہو تو میں کس سے پوچھوں؟

حق گوئی

حضرت عبداللہ بن عمر متضاد خیالات کے جامع تھے - ایک طرف تو اُن میں یہ تواضع و انکسار تھا کہ حبشی تک کے سلام سے دریغ نہ کرتے تھے - لیکن دوسری طرف یہ حق گوئی تھی کہ حجاج امیر معاویہ عبدالملک بن مروان جیسے بادشاہوں سے بھی نہیں دبتے تھے - یاد ہوگا کہ وہ عبدالملک بن مروان کی بیعت پر راضی ہوگئے تھے کیونکہ اسلام نے ظالم سے ظالم بادشاہ تک کی اطاعت کا حکم دیا ہے لیکن یہ رضامندی اُسی حد تک تھی جہانتک شرعی احکام اجازت دیتے تھے ورنہ امور خلاف شریعت میں وہ اُن بادشاہوں کا ذرا بھی خوف نہیں کرتے تھے - جناب رسالت پناہ اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں دستور تھا کہ خط کی ابتدا بھیجنے والے کے نام سے کیجاتی تھی اُس کے بعد مکتوب الیہ کا نام لکھا جاتا تھا - لیکن چونکہ بظاہر یہ بے ادبی تھی اسلیئے سلاطین فارس کے یہاں ابتدا بادشاہ کے نام سے ہوتی تھی اور لکھنے والے کا نام نیچے لکھا جاتا تھا جیساکہ اس زمانہ میں دستور ہے - خلافت راشدہ کے گذرنے کے بعد خلفاء بنو اُمیہ نے بھی یہی سلاطین فارس کا طریقہ اختیار کرلیا تھا لیکن حضرت عبداللہ بن عمر چونکہ بیحد متبع سنت تھے اس لیئے وہ اس طریقہ کے پابند نہیں ہوسکتے تھے - چنانچہ ایک مرتبہ اُنھوں نے عبدالملک بن مروان کو جبکہ وہ خلیفہ ہوچکا تھا ایک خط لکھا اور اُسکی ابتدا اپنے نام سے کی - لوگوں نے شکایت کی وہ اپنا نام آپ کے نام سے پہلے لکھتے ہیں - عبدالملک نے کہا عبداللہ ابن عمر کی ذات سے تو یہ بھی غنیمت ہے یاد ہوگا کہ جب امیر معاویہ نے یہ اعلان کیا کہ مجھ سے زیادہ خلافت کا کون مستحق ہوسکتا ہے تو اُنھوں نے صاف صاف کہنا چاہا کہ وہ لوگ جنھوں نے کہ کفر کی حالتمیں تم سے اور تمھارے باپ سے لڑائی کی - لیکن امیر معاویہ کے ڈر سے نہیں بلکہ فتنہ و فساد اور عقبی

کے خوف سے رُک گئے۔

حجاج ظلم و ستم میں عام طور پر مشہور ہے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عمر نے شرعی احکام و عقائد کے متعلق کبھی اُس کے سامنے مداہنت نہیں اختیار کی۔ ایک مرتبہ اُس نے ممبر پر خطبہ دیا کہ عبداللہ بن زبیر نے قرآن مجید کو محرف کر ڈالا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے نہایت آزادی کے ساتھ کہا تم جھوٹ بکتے ہو۔ تم جھوٹ بکتے ہو۔ تم جھوٹ بکتے ہو۔ نہ تم کو یہ طاقت ہے نہ ابن زبیر کو یہ قدرت حاصل ہو سکتی ہے۔ حجاج نے کہا خاموش رہو۔ تم بڑھاپے سے پیرخرف ہو گئے ہو۔ تمھاری عقل چلی گئی ہے۔ قریب ہے کہ اس بڈھے کو پکڑ کر اس کی گردن مار دیجائے۔ اور اُس کو اہل بقیع کے لونڈے گھسیٹتے پھریں۔

اسی طرح ایک مرتبہ حجاج خطبہ دے رہا تھا۔ خطبہ دیتے دیتے شام ہو گئی۔ نماز کا وقت آیا تو حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا اے شخص نماز کا وقت آ گیا۔ اب بیٹھ جا۔ ان الفاظ کا تین مرتبہ اعادہ کیا۔ لیکن وہ باز نہ آیا۔ چوتھی بار اُنھوں نے قوم کیطرف خطاب کر کے کہا اگر میں اُٹھ جاؤں تو کیا تم لوگ اُٹھنے کیلئے تیار ہو لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں ہم طیار ہیں۔ یہ کہکر اُٹھے اور حجاج سے کہا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تمھیں نماز کی ضرورت نہیں ہے۔ حجاج ممبر سے اُترا آیا اور نماز پڑھی نماز کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر کو بُلا کر پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ ہم نماز کے لئے آتے ہیں اس لئے جب نماز کا وقت آ جائے تو ٹھیک وقت پر نماز پڑھ لو۔ اس کے بعد جو چاہے بکا کرو۔

ابن سعد کے بعینہ الفاظ یہ ہیں ثم بقبق لعد ذلک ما شئت من بقبقة اور یہی صاف گوئی اُن کی موت کا باعث ہوئی۔ کیونکہ اس دشمنی کیوجہ سے حجاج کے حکم سے ایک شخص نے ایام حج کی بھیڑ بھاڑ میں زہر آلود نیزہ اُن کے پاؤں میں چبھو دیا اور اُس کے زخم سے آپ نے وفات پائی۔ یہ بھی روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان نے زمانۂ حج میں حجاج کو حضرت عبداللہ بن عمر کی اقتدا کا حکم دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ مواقف حج میں اُس کے آگے آگے رہتے تھے اور یہ اُسکو ناگوار ہوتا تھا۔ اس بنا پر اُس نے یہ حرکت کی بہر حال حضرت عبداللہ بن عمر کی ذات اسلام کی تمام خوبیوں کا مجموعہ تھی۔ جن کے حالات پڑھ کر اسلام کی خوبیوں کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔

جلسہ مذاہب اور وکیل

گذشتہ سال جو جلسہ مذاہب کلکتہ میں ہوا تھا اور امسال الہ آباد میں ہونیوالا ہے اس کے متعلق اخبار وکیل میں مندرجہ ذیل ریمارک شائع ہوا ہے:-

ہندوستان میں متعدد قومیں آباد ہیں اور ان میں تقریباً ہر ایک کے مختلف مذہب ہیں۔ جدت پسند نگاہوں کی کوشش سے سال گذشتہ ان مذاہب کی ایک انجمن تجویز ہوئی تھی اور کلکتہ میں ایک مختصر جلسہ بھی ہوا تھا جس میں **کوئی مشہور مسلمان شریک نہیں** ہوا تھا۔ اس سال الہ آباد میں اس جلسہ کے لئے آئندہ جنوری کا مہینہ مقرر ہے۔ ابھی تاریخ کی تعین نہیں ہوئی ہے۔ ہم کو اس کے متعلق دو باتیں کہنی ہیں (۱) موجودہ حالتیں یہ ناممکن نظر آتا ہے کہ ایسے جلسوں سے امر حق ظاہر ہو سکے۔ ممکن ہے کہ کوئی فرقہ یا کوئی شخص اپنے مذہب کی حقانیت کا دل سے قائل ہو۔ لیکن مقابلہ میں آنے پر اپنے اپنے مذہبوں کی حمایت فرض سمجھ لیجاتی ہے اور آزاد خیال اشخاص بھی اس باب میں پکے کنسرویٹو بنجاتے ہیں۔ اس بے نتیجہ کوشش سے بہتر یہ ہے کہ جلسہ کو اقوام ہند کی مذہبی مجالس کیصورت میں تبدیل کر دیا جائے اس کے اجلاس میں ہر ایک مذہب کے قائم مقام شریک ہوں۔ صرف تمام مذاہب کی ترقی و فروغ کے لئے تدبیریں سوچی جائینگی۔ عملی رزولیوشن پاس ہوں اور زیادہ کوشش اس امر کی کیجائے کہ ہر ایک مذہب کے اخلاقی تعلیمات کا حصہ اُس مذہب کے پردوں میں عمومیت کے ساتھ پھیل سکے۔ ہندوستان مذہبی ملک ہے اور ہندوستان کی تمام قومیں صرف مذہبی روح سے زندہ ہو سکتی ہیں۔ مذہبی زندگی کو مہذب اور با اصول بنانے اور مذہب کی اخلاقی تعلیم کو پھیلانے کا اگر مناسب انتظام کیا جائے تو تہذیب و شائستگی اور تمدن کی حیثیت سے ہندوستان کسی ترقی یافتہ ملک سے پیچھے نہ رہیگا لائق مسلمان گو اب تک اس جلسہ میں شریک نہیں ہوئے اور نہ آئندہ شریک ہونا چاہتے ہیں لیکن افسوس کہ اس بے تعلقی کا جو مقصود تھا وہ حاصل نہ ہو سکا اسلام کی نسبت جو غلط خیالات پیدا ہونے تھے وہ ہو چکے اب اس کا ازالہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ قابل ذہین مسلمان جلسہ میں شریک ہو کر اسلام کے صرف اس پہلو کو نمایاں کریں کہ دُنیا کی ترقی کے لئے یہ مذہب کسقدر مفید ہے اور علوم و تمدن کو اس سے کہانتک تقویت پہنچ سکتی ہے۔ دُوسرے مذاہب کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے محض اپنے مذہب کے سچے اصول پر بحث کافی ہے۔ شریک ہونیوالے صاحبوں کو مسٹر بی۔ ڈی باسو جائنٹ سکرٹری الہ آباد سے خط و کتابت کرنی چاہئے۔

اس ریمارک میں پہلی غلط بیانی تو یہ کیگئی ہے کہ گذشتہ اجلاس کے متعلق یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس میں **کوئی مشہور مسلمان شریک نہیں ہوا** اگر اس سے اڈیٹر صاحب کی یہ مراد ہے کہ **اڈیٹر وکیل** شریک نہیں ہوا۔ اور وہی ایک مشہور مسلمان ہے تو یہ ریمارک درست ہو سکتا ہے۔ ورنہ یہ محض غلط اور بے بنیاد ہے۔ کلکتہ کی مذہبی کانفرنس میں اسلام پیش کیا گیا۔ اور اسلام کے متعلق جو مضمون پڑھا گیا تھا اسے اہل کلکتہ نے نہایت دلچسپی اور خوشی سے سُنا اور اُس کی بیحد تعریف کی۔ اور بڑے زور سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اسلام کے متعلق ایک لیکچروں کا سلسلہ کلکتہ میں جاری کیا جاوے۔ کلکتہ کے نامور اخبارات میں اسپر بہت عمدگی کے ریمارک لکھے گئے ایسی حالتیں اڈیٹر وکیل کا یہ ظاہر کرنا کہ کوئی مشہور مسلمان اسمیں

پیچھے چلا لیکن اُن کو میری خبر نہ تھی وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ لوگ کاندھوں پر تلوار رکھ کر ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اے عبداللہ بن عمر ہاتھ لاؤ ہم تمہاری بیعت کرینگے۔

مغیرہ قطن سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ اُمت محمدیہ کے لئے آپ بُرا کوئی آدمی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں۔ میں نے نہ تو خونریزی کی نہ تفریق جماعت میں حصہ لیا۔ نہ اُن کی مخالفت کی اُسے کہا اگر آپ خلافت کے لئے راضی ہوتے تو دو آدمی بھی آپ کی مخالفت نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ ایسی خلافت میں نہیں پسند کرتا۔ کہ میں خلیفہ بنایا جاؤں اور ایک آدمی کہے نہیں اور دوسرا کہے ہاں۔ خلافت کے لئے جو جنگ وجدل ہوتی تھی اُسکو دیکھ کر فرماتے تھے کہ جب دین خدا کے لئے تھا اور کسی قسم کا شر وفساد نہ تھا تو ہم لڑتے تھے آج اغیار کے لئے دین ہے اور ہر قسم کا فساد اُٹھ رہا ہے تو تم لڑتے ہو۔ لوگ اُن کو طرح طرح خلافت کے لئے آمادہ کرتے تھے مگر وہ راضی نہیں ہوتے تھے۔ ایک دفعہ لوگوں نے کہا کہ آپ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں حالانکہ یہ لوگ باہم ایک دوسرے کو قتل کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جو شخص کہتا ہے حی علی الصَّلٰوۃ (نماز کے لئے آؤ) ہم قبول کر لیتے ہیں۔ جو شخص کہتا ہے حی علی الفلاح (بہتری کیطرف آؤ) ہم راضی ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو کہتا ہے حی علی قتل اخیك المسلم واخذ ماله (اپنے مُسلمان بھائی کے قتل وغارت کے لئے آؤ) ہم انکار کر دیتے ہیں۔

بنو امیہ کی تحدیدی انکو بھی ناگوار تھی لیکن عقبیٰ کے خوف سے رُک جاتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ امیر معاویہ نے کہا کہ ہم سے زیادہ خلافت کا کون مستحق ہو سکتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ کہوں کہ وہ لوگ جنھوں نے تمکو اور تمہارے باپ کو اسلام کے لئے مارا پیٹا (فتح مکہ میں) لیکن فتنہ وفساد کے خوف سے رُک گیا یہی وجہ ہے کہ اُن کے زمانے میں جو امیر آتا تھا عبداللہ بن عمر اُس کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے اور اُس کو زکوٰۃ کا مال ادا کر دیتے تھے اُن کا قول تھا کہ میں خود نہ لڑونگا لیکن جو شخص غالب آ جائیگا اُس کے پیچھے نماز پڑھ لونگا۔ حجاج اگرچہ سخت ظالم تھا لیکن وہ اُس کے پیچھے برابر نماز پڑھتے تھے۔ مگر جب وہ تاخیر وقت کرنے لگا تو اُس کے ساتھ شریک نماز ہونا چھوڑ دیا اور شہر سے نکل گئے۔

عبدالملک بن مروان کی بیعت جب لوگوں نے کی تو اُنھوں نے ایک خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ مُسلمانوں نے تمہاری بیعت پر اتفاق عام کیا ہے میں بھی اسی چیز میں داخل ہوتا ہوں جس میں مسلمان داخل ہوئے ہیں۔ یزید بن معاویہ کے بیعت کی خبر جب اُن کو پہنچی تو اُنھوں نے کہا کہ اگر یہ خیر ہے تو ہم اسپر راضی ہیں۔ اور اگر بلا ہے تو ہم صابر ہیں

استغنا وقناعت باوجود اس فقر وفاقہ کے حضرت عبداللہ بن عمر ہمیشہ مستغنی اور قانع رہے۔ وہ اگرچہ کسیکا ہدیہ واپس نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ عبدالعزیز بن مروان نے زمانہ فتنہ میں اُن کے پاس کچھ مال بھیجا اُنھوں نے بخوشی قبول کر لیا۔ عمران بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میری پھوپی رملہ نے اُن کے پاس دو سو دینار بھیجے اُنھوں نے اُس کو لے لیا اور اُن کو دعا دی۔ لیکن اِس کے ساتھ اُنھوں نے کسی سے سوال نہیں کیا ایک دفعہ عبدالعزیز بن ہارون نے اُن کو لکھا کہ آپ کی جو حاجت ہو مجھ سے طلب فرمائیے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اپنے اہل وعیال سے (دینے لینے میں) ابتداء کرو اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور میرا خیال ہے کہ دینے والا ہاتھ اوپر کا ہے اور لینے والا نیچے کا۔ میں آپ سے نہ سوال کرونگا نہ اُس مال کو رد کرونگا جسکو خدا نے میری طرف بھیجا ہے۔

ایکدفعہ امیر معاویہ نے عمرو بن عاص کو خفیہ طور پر اِس کام کے لئے مقرر کیا کہ وہ خلافت کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر کا خیال دریافت کریں۔ اِس بنا پر عمرو بن عاص نے اُن سے کہا کہ آپ کیوں نہیں آمادہ ہوتے کہ ہم آپ کی بیعت کریں۔ آپ رسول اللہ کے صحابی ہیں۔ امیر المومنین کے لڑکے ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ بجز چند لوگوں کے تمام لوگ آپ کی بیعت پر طیار ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر تین کافر بھی راضی نہونگے تو مجھے خلافت کیضرورت نہیں۔

جب عمرو بن العاص کو یقین ہو گیا کہ وہ خلافت کیلئے جنگ وجدال کرنا نہیں چاہتے تو اُنھوں نے کہا کیا آپ اُس شخص (یزید) کی بیعت پر راضی ہیں جس کے لئے تقریباً سب لوگ آمادہ ہو گئے ہیں اِس کے صلہ میں آپ کو اسقدر جائداد و مال لکھدیا جائیگا کہ اُس کے بعد آپ اور آپ کی اولاد کسیکی محتاج نرہیگی۔ اُنھوں نے غصہ سے کہا کہ میرے پاس سے نکلو۔ پھر کبھی نہ آنا میرا دین تمہارے دینار و درہم کے لئے نہیں ہے۔ میری تمام تر خواہش یہ ہے کہ میں جب دنیا کو چھوڑ دوں تو میرا ہاتھ صاف و پاک ہو۔

ایک مرتبہ امیر معاویہ نے ایک لاکھ (درہم یا دینار طبقات ابن سعد میں تعین نہیں ہے) بھیجے اور چاہا کہ وہ اِس لالچ سے یزید کی بیعت کر لیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ کیا میرا دین اسقدر سستا ہے

صدقہ وزکوٰۃ کے مال سے سخت اجتناب کرتے تھے۔ ایک بار اُنھوں نے اپنی ماں پر ایک غلام صدقہ کیا اتفاق سے وہ غلام بازار میں ہو کر گذرا وہاں ایک شیر دار بکری فروخت ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر چونکہ دودھ سے افطار کرنا زیادہ تر پسند کرتے تھے اِس لئے اُنھوں نے غلام سے کہا کہ اپنے مال سے اِسکو خرید لو۔ چنانچہ جب افطار کے وقت اُس کا دودھ اُن کے سامنے رکھا گیا تو اُنھوں نے فرمایا۔ یہ دودھ بکری کا ہے۔ بکری غلام کے مال کی ہے اور غلام صدقہ کا ہے اسکو ہٹاؤ مجھے ضرورت نہیں۔

فیاضی اور ایثار نفسی اِس فقر وفاقہ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر عرف نشا لغ

او ر مستغنی المزاج ہی نہیں تھے بلکہ وہ بہت بڑے فیاض اور جواد بھی تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ اُن کے پاس ۲۰ ہزار درہم یا دینار (کیونکہ طبقات ابن سعد میں تصریح نہیں) آئے۔ اُنھوں نے لوگوں کو دینا شروع کیا یہانتک کہ اُسکو دیکر اُٹھے بلکہ اُس کے ساتھ اور مال کا بھی اضافہ کیا۔ اخیر میں ایک آدمی آیا لیکن تمام مال صرف ہو چکا تھا اِس لئے جن لوگوں کو دے چکے تھے اُن میں بعض سے قرض لیکر اُسکو بھی دیا۔ اور عام طور پر حالتِ قیام میں روزے رکھتے تھے۔ لیکن جب کوئی مہمان آتا تو روزہ توڑ ڈالتے۔ کیونکہ سخاوت اور فیاضی کیوجہ سے وہ کھلانا پلانا پسند کرتے تھے۔ لیکن اُن کی فیاضی بے محل نہیں ہوتی تھی وہ اِس کا مصرف خوب پہچانتے تھے۔ چنانچہ اِن کے یہاں جب کوئی کھانا پکتا اور اُن کے پاس کسی صاحب مقدرت کا گذر ہوتا تو وہ اُسکو مدعو نہیں کرتے البتہ اُن کے بیٹے اُس کو بُلا لیتے تھے لیکن جب کوئی مسکین آنکلتا تو وہ اُسکو مدعو کرتے اور اُن کے بیٹے اِس کیطرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو اِس کھانے کی خواہش رکھتا ہے اُسکو تو یہ لوگ چھوڑ دیتے ہیں اور جو خواہش نہیں رکھتا اُسکو پوچھتے ہیں۔ اُن کی عام عادت یہ تھی کہ وہ بغیر کسی مسکین کے کھانا نہیں کھاتے۔ بلکہ خود اپنا کھانا مسکینوں کو کھلا دیتے۔ اِسوجہ سے وہ بہت لاغر اور ضعیف ہو گئے تھے۔ چنانچہ لوگوں نے اُن کی بی بی کو ملامت کی کہ تم اُن کی خدمت اچھی طرح نہیں کرتیں اُنھوں نے کہا کہ میں کیا کروں جب اُن کے لئے کوئی کھانا پکتا ہے تو وہ مساکین کو کھلا دیتے ہیں اُن کی اِس عام عادت کی بناء پر جب وہ مسجد سے نکلتے تو فقراء اُن کے راستے میں آ بیٹھتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حسب معمول اُن کی بی بی نے اُن فقراء کے پاس کھانا بھیجا اور کہا کہ اُن کے راستے میں اب نہ بیٹھا کرو۔ اور وہ بلائیں تو نہ آؤ۔ حضرت عبداللہ بن عمر گھر میں داخل ہوئے تو اُن فقراء کے لئے کھانا بھیجنے کی فرمائش کی لیکن وہ اُن کی بی بی کے منع کرنے سے نہیں آئے۔ اِس بناء پر فرمایا کہ کیا تم لوگوں کا یہ ارادہ ہے کہ میں آج کی رات کھانا نہ کھاؤں۔ چنانچہ اِس رات کو نہ کھایا۔

اُن کے ہاتھ سے جو مال نکل جاتا اُس کو پھر واپس نہیں لیتے۔ عطا کا بیان ہے کہ میں نے ایکبار اُن کو دو ہزار درہم قرض دئے اُنھوں نے جب اُس قرض کو چکایا تو میں نے اُن کے درہم کا وزن کیا۔ وہ وزن میں دو سو درہم زیادہ نکلے میں نے اُن سے یہ واقعہ بیان کیا اُنھوں نے فرمایا اب وہ تمھارے ہیں۔

عام قاعدہ یہ ہے کہ لوگ پسندیدہ چیز کے ساتھ سخاوت و فیاضی نہیں کرتے۔ لیکن عبداللہ بن عمر کا حال بالکل اِس کے برعکس تھا وہ اُسی چیز کو دیتے جو اُن کو سب سے زیادہ محبوب ہوتی۔ نافع سے مروی ہے کہ اُنھوں نے حج کے لئے ایک دفعہ اونٹنی خریدی جب چلے تو اُس کی چال خوش آئی۔ اونٹنی کو فوراً بٹھا کر اُتر پڑے اور مجھ سے کہا کہ اِس کی لگام اور کجاوہ اُتار کر جُھل اُڑھاؤ اشعار کرو۔ اور قربانی کی اونٹنیوں میں داخل کر لو۔

اُن کی ایک لونڈی تھی جب وہ اُن کو زیادہ پسند آئی تو اُس کو آزاد کر کے اپنے آزاد کردہ غلام سے اُس کا نکاح کر دیا۔ چنانچہ اُن کے تمام لونڈی غلاموں کو اُن کی اِس عادت کا علم تھا۔ اِس بناء پر وہ ایسی حالت میں اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ اُن کو خواہ مخواہ پسند آجائیں۔ یہانتک کہ اُن کے بعض غلاموں نے نہایت مستعدی کے ساتھ مسجد میں بالتزام رہنا شروع کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے جب اُسکے جوش مذہب کی یہ حالت دیکھی تو اُس کو آزاد کر دیا۔ لوگوں نے کہا یہ خلوص نہیں ہے۔ آپکے غلام آپ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اُنھوں نے کہا جو شخص ہمکو خدا کے لئے دھوکا دیتا ہے ہم اُس کے دھوکے میں آجاتے ہیں۔

اُن کی یہ عادت اپنے ہی غلاموں کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ اور لوگوں کے غلام بھی اِس سے فائدہ اُٹھاتے تھے۔ نافع کا بیان ہے کہ وہ اپنے رفقاء کے زمرہ میں ایک دفعہ مدینہ کے بعض اطراف میں نکلے اور کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا گیا۔ اتفاق سے ایک بکری چرواہے کا گذر ہوا اُسنے سلام کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اُسکو شریک طعام کرنا چاہا اُسنے عذر کیا کہ میں روزے سے ہوں اُنھوں نے فرمایا ایسے گرم دن میں روزہ رکھتے ہو اور پھر بکریاں بھی چراتے ہو۔ اِس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر نے اُس کے تقوے کا امتحان لینا چاہا چنانچہ اُس سے پوچھا گیا کہ اگر یہ بکریاں فروخت کرو تو ہم قیمت ادا کر دیں اور تمھارے افطار کے لئے گوشت بھی دیں اُس نے کہا یہ بکریاں میری نہیں ہیں میرے آقا کی ہیں۔ آپ نے فرمایا تو تمھارا آقا کیا کریگا۔ وہ چرواہا آسمان کیطرف اُنگلیاں اُٹھا کر این اللہ این اللہ (خدا کہاں ہے خدا کہاں ہے) کہتا ہوا چلا۔ مطلب یہ تھا کہ خدا تو اِس بددیانتی کو جان لیگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر کو اس کا یہ قول پسند آیا اور اُسکو بار بار دوہراتے رہے چونکہ اُس کی دیانت اور مذہبی پابندی سے بیحد خوش ہوئے تھے اِس لئے جب مدینہ میں آئے تو اُس کے آقا سے بکریوں سمیت اُسکو خرید کر کے آزاد کر دیا اور بکریاں خود اُسکو بخش دیں۔

ایک دفعہ وہ بیمار ہوئے اس لئے اُنکے لئے انگور کے پانچ چھ دانے ایک درہم کو خریدے گئے اتفاق سے ایک سائل کا گذر ہوا۔ اُنھوں نے حکم دیا کہ یہ انگور اُس کو دیدو۔ لوگوں نے کہا ہم اسکو کچھ اور دینگے لیکن وہ مصر ہوئے تو وہ انگور اُس کو دیکر دوبارہ اُسی خریدنا پڑا۔

ایک دفعہ رستے میں کھجور پائی۔ مُنھ تک لیجانے بھی نہ پائے تھے کہ سائل کا گذر ہوا اور وہ اُس کو دیدی۔

ایک مرتبہ اُن کو مچھلی کی خواہش ہوئی۔ جب مچھلی بھون کر اُن کے سامنے رکھی گئی تو ایک سائل کا گذر ہوا وہ اُسکو اُٹھا کر دیدی۔

تواضع وانکسار حضرت عبداللہ بن عمر مجسّم تواضع وانکسار واخلاق حسنہ تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں بازار میں صرف اِس لئے نکلتا ہوں کہ میں سلام کروں یا خود مجھ پر سلام کیا جاوے۔ لیکن اِس سے یہ

حالت دیکھی۔ میں نے خدا سے پناہ مانگی اور اعوذ باللہ کہنے لگا۔ اسی حالت میں مجھے دوسرا فرشتہ ملا اُسنے کہا گھبراؤ نہیں۔ اِس خواب کو اُنھوں نے حضرت حفصہؓ سے کہا۔ اور اُنھوں نے اسکو رسول اللہ سے بیان کیا حضور نے فرمایا۔ عبداللہ کیا اچھا آدمی تھا۔ کاش وہ رات کو نماز پڑھتا۔ چنانچہ اُنھوں نے بالتزام شب بیداری کرنی شروع کی۔ یہانتک کہ جب جناب رسالت پناہ کو اِس کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ مجھکو یہ نہیں معلوم ہوا کہ تم رات کو قیام کرتے ہو۔ دن کو روزہ رکھتے ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ ہاں میں ایسا کرتا ہوں۔ آپنے فرمایا اگر ایسا کروگے تو تمھاری آنکھیں کمزور ہو جائینگی۔ نفس تھک جائیگا۔ تم پر تمھارے نفس کا حق ہے بی بی کا حق ہے اِس لئے روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو۔ رات کو قیام بھی کرو اور سوؤ بھی۔

مواقع ریا سے اجتناب حضرت عبداللہ بن عمر اتباع سُنت میں عام طور پر مشہور تھے۔ عاصم احول سے روایت ہے کہ اُن کو جب دیکھو رسول اللہ کی اتباع کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ظاہر ہوتا تھا۔ ابوجعفر سے مروی ہے کہ صحابہ میں رسول اللہ کے اقوال اور اوامر کے بلاکم وکاست بجالانے میں عبداللہ بن عمر سے زیادہ کوئی محتاط نہ تھا۔ اِس بناء پر عام طور پر لوگ اُن کی اقتدا کرنا چاہتے تھے بالخصوص مناسک حج کے تو وہ سب سے بڑے عالم تھے اِسی بناء پر عبدالملک بن مروان نے حجاج کو لکھا تھا کہ حج میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اقتداء کرو۔ لیکن وہ موقع ریا سے ہمیشہ اجتناب کرتے تھے اور اپنی اقتدا اسی حد تک جائز رکھتے تھے جہانتک اتباع سُنت سے تعلق تھا۔ اپنے ذاتی افعال کی تقلید وہ کبھی پسند نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ زمانہ حج میں مروہ پر سر منڈوا رہے تھے اُنھوں نے حجام سے کہا کہ میرے بال نہایت کثرت سے ہیں جو مجھے تکلیف دیتے ہیں کیا تم اُن کو مونڈ سکتے ہو۔ اُسنے اُن کے سینے کے بال مونڈنے شروع کئے۔ چونکہ مناسک حج میں حلق راس بھی ہو لوگوں کو خیال ہوا کہ سینے کے بال منڈوانا بھی ممکن ہے کہ داخل سُنت ہو اِس بناء پر لوگ اُن کی طرف نہایت غور سے دیکھنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کو شبہ پیدا ہوا تو اُنھوں نے صاف کہدیا کہ یہ سنت نہیں ہے میرے بال مجھے تکلیف دیتے تھے اِس بناء پر میں نے منڈوا لئے۔ زید بن عبداللہ شیبانی سے روایت ہے کہ وہ نماز کو اِس طرح آہستہ آہستہ جاتے تھے کہ اگر اُن کے ساتھ چیونٹی بھی چلے تو اُس سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ اس کا التزام اُنھوں نے یا تو اس لئے کیا تھا کہ حدیث صحیح کی بناء پر نماز کے لئے نہایت سکون و وقار کے لئے جانا چاہیئے یا اِس لئے کہ نماز کے لئے نہایت سرعت کیساتھ جانا ریاکاروں کا کام ہے۔ لیکن غالباً حدیث کا مقصد بھی اِسی موقع ریا سے بچنا ہے۔

زہد حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی تمام زندگی زہد اور اعراض عن الدنیا میں بسر کی۔ ابراہیم سے مروی ہے کہ نوجوانان قریش میں عبداللہ بن عمر سے زیادہ کوئی شخص اپنے نفس پر قابو رکھنے والا نہیں تھا۔ ایک دفعہ اُن کی خدمت میں ایک شخص جوارش لیکر حاضر ہوا اُنھوں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ اُسنے کہا یہ ہاضم طعام ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے اِس کی کیا ضرورت ہے؟ میں نے تو مہینوں سے پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا۔ حمام میں غسل کو بہت کم جاتے تھے اور فرماتے تھے یہ عیش پسندی ہے۔ ابوعیسی اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر نے اُن سے پینے کا پانی مانگا وہ شیشے کے پیالے میں لائیں اُنھوں نے پینے سے انکار کردیا اِس کے بعد وہ لکڑی کے پیالے میں لائیں تو پی لیا پانی پی کر اُنھوں نے وضو کا پانی طلب کیا وہ وضو کیلئے طشت وغیرہ لائیں۔ اُنھوں نے صاف انکار کیا اور لوٹے سے وضو کیا۔

میمون بن مہران کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ اُن کے پاس آیا اور اُن کے تمام اثاث البیت کی قیمت لگائی تو سو درہم سے زیادہ کا سامان نہ تھا۔ نافع سے روایت ہے کہ اُن کی اونٹنی کی ہڈی ٹوٹ گئی اُس کو اُنھوں نے ذبح کیا اور کہا کہ تمام اہل مدینہ کو دعوت دو اُنھوں نے کہا آپ تمام لوگوں کو دعوت دیتے ہیں حالانکہ آپ کے پاس روٹی تک نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ یہ گوشت ہے یہ شوربا ہے جس کا جی چاہیگا کھائیگا جس کا جی چاہیگا اُٹھکر چلا جائیگا۔

زہد و اعراض عن الدنیا کا صحیح اندازہ صرف جاہ پرستی کے مواقع پر ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کے زمانے میں خلافت سلطنت سے بدل کر جاہ پرستی اور عیش پسندی کا سب سے بڑا ذریعہ ہوگئی تھی اِس بناء پر مدعیان خلافت میں باہم جنگ وجدل رہتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر اگر چاہتے تو تمام لوگ اُن کی بیعت پر آمادہ ہوجاتے لیکن اُنھوں نے کبھی اِس کی خواہش نہیں کی یہانتک کہ لوگ آمادہ کرتے تھے اور وہ انکار کرجاتے تھے۔

چنانچہ جب حضرت عثمانؓ شہید ہوے تو لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا کہ آپ لوگوں کے سردار اور سردار کے لڑکے ہیں آپ کھڑے ہوں تو ہم آپ کے ہاتھ پر تمام لوگوں سے بیعت کرادیں آپ نے فرمایا کہ میں حتی الامکان یہ کبھی نہ پسند کرونگا کہ میرے لئے ایک مچھر خون بہایا جاوے۔ لوگوں نے دھمکایا کہ آپ کھڑے ہوں ورنہ ہم آپ کے بستر پر آپ سے مقاتلہ کرینگے۔ اُنھوں نے پھر وہی جواب دیا اِس کے بعد لوگوں نے بہت کچھ خوف اور لالچ دیا۔ لیکن اسکو اُنھوں نے کبھی قبول نہیں کیا۔

ایک دفعہ اُن سے کہا گیا کہ اگر آپ خلافت چاہیں تو لوگ فوراً راضی ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایک آدمی مشرق میں اِس کی مخالفت کرے تو کیا ہوگا؟ لوگوں نے کہا کہ اگر مخالفت کریگا تو قتل کیا جائیگا۔ قوم کی بہبودی کے لئے ایک شخص کا قتل کوئی بڑی چیز نہیں آپ نے فرمایا کہ میں اِسکو کبھی پسند نہیں کرتا کہ ایک شخص قتل کیا جائے اور دُنیا میرے لئے ہو۔

ابوالعالیہ البراء کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اُن کے پیچھے

تھا۔ لیکن جو کچھ دیکھتا تھا اُسکو سمجھتا تھا۔ حضرت عمرؓ جمیل کے پاس آئے اور اُس سے کہا کیا تمکو خبر ہے کہ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ اُسنے کچھ جواب نہیں دیا اور اپنی چادر گھسیٹتا ہُوا اُٹھ کھڑا ہُوا۔ میں اور حضرت عمرؓ اُس کے پیچھے پیچھے تھے۔ جمیل مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر پکارا۔ اے گروہ قریش! عمر مذہب سے برگشتہ ہو گیا (ان عمر قد صبا) حضرت عمرؓ نے فرمایا تم جھوٹ بکتے ہو میں اسلام لایا ہوں بہرحال حضرت عبداللہ بن عمر کے بلوغ کا زمانہ کفر کی نجاست سے پاک رہا۔ اور بالکل بچپن ہی کی زمانہ میں اُنکو گنجینۂ مراد مِلا۔ لیکن چونکہ اُنھوں نے حضرت عمرؓ سے پیشتر ہجرت کر دی تھی اس بناء پر بعض راویوں نے اِس تقدم کی نسبت خود اُن کے اسلام کیطرف کر دی۔ مگر تقدم فی الہجرۃ بھی ایک بہت بڑی فضیلت ہے

حضرت عبداللہ بن عمر کی پاک زندگی کے ابتدائی واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے شاندار منظر کا اثر اُن کی رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔ چنانچہ جب بدر کی لڑائی پیش آئی تو اُن کا سن ۱۳ برس کا تھا۔ لیکن اُنھوں نے اِسی سن میں شریک جنگ ہونے کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ لیکن جب رسالت پناہ نے اِنکار کر دیا۔ اِسی طرح جنگ اُحد میں اُن کا سن ۱۴ سال کا تھا لیکن وہ لڑائی کے لئے طیار تھے مگر رسول اللہ نے اِس مرتبہ بھی اُن کی استدعا قبول نہیں کی۔ البتہ غزوۂ خندق میں جب اُن کا سن ۱۵ سال کا تھا جناب رسالت پناہ نے اُنکو اجازت جنگ دی۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے صغیر و کبیر کے درمیان میں اِسی سن کو حدفاصل قرار دیا اور اپنے عمال کو حکم بھیجا کہ اس سن سے کم کے لوگ عیال میں داخل ہیں اور اُن کا نفقہ اُنکے مربیوں پر ہے۔ بیت المال سے صرف پانزدہ سالہ لوگوں کو عطیہ ملیگا۔ بہرحال پہلی لڑائی جس میں حضرت عبداللہ بن عمر شریک ہوئے وہ غزوۂ خندق ہے اِس کے بعد وہ متعدد مشہور لڑائیوں مثلاً غزوۂ موتہ یرموک مصر (افریقہ) فتح مکہ وغیرہ میں شریک ہوتے رہے۔ چنانچہ مجاہد سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے زمانہ میں اُن کی عمر ۲۰ سال کی تھی وہ ایک سرکش گھوڑے پر سوار تھے اُن کے ساتھ ایک بڑا نیزہ تھا۔ اور ایک چادر اوڑھے ہُوئے تھے وہ اپنے گھوڑے کے لئے گھاس کاٹ رہے تھے اِسی حالت میں جناب رسالت پناہ نے اُنکو دیکھا اور مدح و ثنا کے لہجہ میں فرمایا۔ یہ عبداللہ ہے یہ عبداللہ ہے۔ خود حضرت عبداللہ بن عمر فتح مکہ کی شرکت کو اپنا سب سے بڑا شرف اور فخر سمجھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر ہمیشہ خلافت سے انکار کرتے رہے۔ جسکا ذکر اُن کے فضائل میں آگے آئیگا۔ لیکن اُنکا بیان ہے کہ جب امیر معاویہ اور حضرت علیؓ میں دومۃ الجندل میں لڑائی کی ٹھہری تو معاویہ ایک قوی ہیکل بختی اونٹ پر نکلے اور کہا کہ وہ کون ہے جو خلافت کی خواہش کرتا ہے یا اُسکی طرف گردن بلند کرتا ہے؟ تو میرے دل میں آج کے سوا کبھی دُنیا کا خیال نہیں آیا تھا کیونکہ میں نے اِسوقت ارادہ کیا کہوں خلافت کی خواہش وہ شخص کرتا ہے جسنے تمکو اور تمھارے ماں باپ کو مار پیٹ کر اسلام کے حلقہ میں داخل کیا۔ لیکن پھر مجھے بہشت اور اُس کی نعمتیں اور پھل یاد آگئے اِس لئے میں رُک گیا۔ یہ استحقاق اور دعاوی حضرت عبداللہ بن عمر کو فتح مکہ ہی کیوجہ سے پیدا ہُوا تھا کیونکہ فتح مکہ کے زمانے میں امیر معاویہ اور ابوسفیان کافر تھے اور کفار کے ساتھ ساتھ شریک جنگ تھے چنانچہ وہ اِسی لڑائی میں مشرف باسلام ہُوئے۔ ان مناقب میں اور صحابہ بھی اگرچہ اُن کے شریک ہیں لیکن متعدد فضائل ایسے ہیں جن میں حضرت عبداللہ بن عمر تمام صحابہ سے ممتاز ہیں ہم اِن مناقب کو الگ الگ عنوان قائم کر کے بتفصیل لکھتے ہیں۔

اتباع سنت

حضرت عبداللہ بن عمر کی زندگی کا مقصد صرف اتباع سنت تھا وہ اِس کا اِس شدت کے ساتھ التزام کرتے تھے کہ رسول اللہ نے جن درختوں کے سایہ میں کبھی آرام فرمایا تھا وہ اُنکو پانی دیتے رہتے تھے تاکہ خشک نہونے پائیں رسول اللہ نے جہاں کہیں نماز پڑھی تھی اُس مقام پر نماز پڑھتے۔ اور جہاں کہیں قیام فرمایا تھا وہاں ضرور قیام فرماتے عام طور علم ہے کہ وہ مناسک حج کے بڑے عالم تھے اِس کی وجہ یہی ہے کہ وہ مناسب حج میں رسول اللہ کے تمام سنن کا اس طرح لحاظ رکھتے تھے۔ یہانتک کہ آپ نے جہاں جہاں قضائے حاجت کی تھی وہاں وہ بھی ضرور قضائے حاجت کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ مقامات حج۔ میقات رمی۔ جمار۔ استہلال وغیرہ کے مقامات کی تعین و تحدید کے متعلق اکثر حدیثیں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہیں۔ رجب میں چونکہ جناب رسالت پناہ عمرہ لائے تھے اِس لئے وہ بھی ہر سال رجب میں عمرہ لاتے تھے۔ وہ سخت خطرے کی حالت میں بھی اتباع سنت سے باز نہیں آتے تھے۔ چنانچہ جب حجاج اور عبداللہ بن زبیر کے مقاتلہ کا زمانہ تھا اور عبدالملک بن مروان نے لوگوں کو اِس بناء پر روکنا چاہا تھا کہ مکہ میں مبادا عبداللہ بن زبیر کی بیعت نہ کریں تو حضرت عبداللہ بن عمر نے حسب معمول حج اور عمرہ کا سامان مہیا کیا۔ لیکن اُن کی اولاد نے روکا کہ یہ فتنہ و فساد کا زمانہ ہے ایسا نہو کہ لوگ آپ کو حج سے روک دیں۔ اُنھوں نے فرمایا کہ حدیبیہ کا واقعہ ہمارے لئے کافی ہے رسول اللہ حج کو نکلے تو کفار نے روکا۔ یا آپ رُک گئے اِسیطرح اگر ہم بھی روک دئے جائینگے رُک جائینگے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کو رسول اللہ کے اقوال و افعال کا اِس شدت کے ساتھ التزام تھا کہ خود جناب رسالت پناہ کو منع کرنا پڑا۔ صحابہ کا عام قاعدہ یہ تھا کہ وہ اپنے خواب رسول اللہ کی حضور میں بیان کرتے اور آپ اُن کی تعبیر بیان فرماتے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر کو بھی شوق پیدا ہوا کہ میں اگر کوئی خواب دیکھوں تو حضور کی خدمت میں بیان کروں۔ چنانچہ وہ رسول اللہ کے مبارک زمانے میں مسجد میں سوتے تھے۔ اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کیطرف لے گئے میں نے دیکھا کہ وہ کنوئیں کی طرح تہ بہ تہ ہے اِس کے دو کنارے ہیں اور اُس میں کچھ لوگ ہیں جنکو میں پہچانتا ہوں یہ

کا انسداد کرتے رہتے ہیں۔ اور اب تک بھی ایک حد تک کرتے ہیں کہ قوم کے ممتاز لوگ جس فیصلہ کو قوم میں جاری کرنا چاہیں کوئی فرد اس سے الگ نہیں ہو سکتا کیا ہماری حالت عام پنچائتوں سے بھی گری ہوئی ہے؟

جو لوگ پنچ کی بات ماننے کو اپنا فرض سمجھتی ہیں اور ایسی اہمیت دیتی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کریں تو کریں اور احکام سلطنت کو توڑیں تو توڑیں مگر اپنے **امیر** اور نمبردار کی بات کو رد نہیں کر سکتے۔ پھر کیوں ہم قومی فورسز سے کام نہ لیں۔

ایسے رشتہ اور ناطے جو حضرت **خلیفۃ المسیح** کے ارشاد اور حکم کے ماتحت ہوں اِن میں اگر کسی قسم کی کمزوری کا فریقین میں سے کسی کی طرف سے اظہار ہو تو **خلیفۃ المسیح** کا حکم اور فیصلہ ہی **ناطق** ہے

حضرت خلیفۃ المسیح عورتوں کے حقوق کے زبردست **حامی** ہیں اسی سُنت پر جو انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے آپ سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں مگر عورتوں پر ظلم و ستم ہو یا اس کے ساتھ ہی بچوں پر ایسے برداشت نہیں کر سکتے۔ اسلام نے **طلاق** اور **خلع** کے قُدرتی اصول رکھ کر سوسائٹی میں امن قائم کرنے کی بنیاد رکھی ہے۔ پھر اگر کوئی ناگوار امر پیش آوے تو اِن دفتی ہتھیاروں سے کام لیا جا سکتا ہے۔

جو لوگ عورتوں کو **کالمعلقہ** رکھنا چاہتے ہیں ان کے متعلق حضرت امیر کا قرآن کریم کے ماتحت فتویٰ ہے کہ اِن کے نکاح قائم نہیں رہ سکتے۔ پس ضرورت ہوگی ایسے باہمت لوگوں کی جو دُنیا کی ناک کی پروا نہ کر کے ایسی غریب اور بیکس لڑکیوں کو ظالموں کے ہاتھوں سے نجات دلائیں۔ اِس قسم کی تجاویز پر عمل کرنے سے کئی قسم کی مشکلات اور پیچیدگیوں کے پیدا ہونے کا احتمال ہے مگر **اصلاح** نہیں ہو سکتی جب تک کہ مشکلات اور مصائب کو برداشت کرنے والی روحیں پیدا نہ ہوں

توہبت اور برادری کے بندھن توڑنے والوں کو بھی بڑی تکالیف ابتداءً ہونگی۔ مگر اِن سب کی **اصلاح** ممکن ہے۔ پس سوسائٹی کے اِس بہترین حصّہ کی اصلاح کے لئے کوئی عملی قدم اُٹھانا چاہئے۔

اِسی سلسلہ میں بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ اور لکھنے والوں کی۔ کیا وہ لوگ جو **قومی اصلاح** اور قوم سازی کے اصولوں کی ترویج کے دلدادہ ہیں اپنے قلم سے کام لینگے؟

ریاست بہاولپور میں غبن اور اُسکا انسداد

میں نہیں چاہتا تھا کہ ریاست بہاولپور میں جو غبن یا رشوت ستانی کا مقدمہ شروع ہوا ہے اِس کے متعلق کچھ بھی لکھتا۔ جب تک کہ وہ اپنی آخری حالت تک نہ پہنچ جاتا۔ لیکن چونکہ اخبارات میں اِس کے متعلق بحث چھڑ گئی ہے اور مختلف مضامین نکل رہے ہیں۔ اِس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اسپر مختصر سا ریمارک کر دوں۔

ریاست بہاولپور کا انتظام ایک کونسل آف ریجنسی کی سپرد ہے اور ایک پولٹیکل ایجنٹ بھی وہاں رہتے ہیں۔ کونسل کے پریسیڈنٹ خان بہادر مولوی رحیم بخش صاحب با لقابہ ہیں جن کی آنکھوں نے ریاست کے تین دور دیکھے ہیں۔ مولوی رحیم بخش صاحب ایک متدین **معاملہ فہم** بزرگ ہیں۔ مجھے ضرورت نہیں کہ اِن کی خدمات کا ذکر کروں یا ان کی قابلیتوں کی تعریف اِس لئے کہ وہ مسلّم مدبّر اور ریاست کے حقیقی بہی خواہ اور گورنمنٹ برطانیہ کے سچّے فرمانبردار اور ہوا خواہ ہیں۔ اِن کی کارگذاریاں میری یا کسی دوسرے کی تعریف کی محتاج نہیں

اِس سال راجہ طالب مہدی صاحب ریونیو ممبر ریاست بہاولپور کے سفیر کابل کی حیثیت سے چلے جانے کی وجہ سے ریاست میں جو عہدہ ممبر مال کا خالی ہوا تھا اسپر گورنمنٹ پنجاب نے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا جو اپنی خداداد قابلیتوں اور دیانت و امانت معاملہ فہمی جفاکشی کے علاوہ رعایا کی ہمدردی اور خیر خواہی کا ایک خاص خون اپنی رگوں میں رکھتا ہے۔ اور اپنی ان صفات حسنہ کے لئے وہ ملک بھر میں مشہور ہے یعنی **مرزا سلطان احمد صاحب**۔ زمینداروں کی بہتری اور بہلائی کے لئے جو جو تجاویز اُنھوں نے اِن علاقوں میں جہاں انھیں رہنے کا اتفاق ہوا کی ہیں وہ گورنمنٹ اور پبلک سے مخفی نہیں

زراعتی بنکوں کے اجرا میں اِن کی خدمات مسلّم اور اِن کے صلہ میں خانبہادری کا خطاب گورنمنٹ کا عطیہ ہے اپنی اِس قسم کی قابلیتوں کے علاوہ وہ **علمی دماغ** کا انسان ہے اور انتھک طبیعت خدا نے اسے دی ہے

اگرچہ ریاست اِس بزرگ کو لینے کے لئے کسی وجہ سے طیار نہ تھی اور خود مرزا صاحب بھی ریاستی زندگی سے بچتے تھے مگر گورنمنٹ پنجاب کی **قدردان** اور مردم شناس حکومت نے **خانبہادر مرزا سلطان احمد** سے بہتر آدمی اِس عہدہ کے لئے نہ پایا۔ ان کی ہی سپارش کی اور آخر مرزا صاحب موصوف کو بہاولپور کی سرزمین میں جانا پڑا

ابھی چند ہی مہینے ہُوئے ہیں کہ گورنمنٹ پنجاب اور خود ریاست کی رعایا اور کونسل کو معلوم ہو گیا ہے کہ یہ انتخاب فی الواقعہ **بہترین انتخاب** تھا مرزا صاحب نے محکمہ مال کے دفاتر کی اصلاح اور درستی کے لئے جسقدر وقت دیا اور محنت سے کام لیا ہے اِس کا اعتراف ریاست کی طرف سے جب ہوگا وہ نہایت شاندار الفاظ میں ہوگا۔ مختصر یہ ہے کہ پریسیڈنٹ صاحب کونسل نے مرزا صاحب کے معائنہ ہائے تحصیل کو سرکاری اخبار میں شائع کرنا شروع کر دیا تھا کہ نقائص کی اصلاح ہو۔ بقایا کی وصولی کے لئے جو تجاویز ممبر مال نے اختیار کیں اُن میں کامیابی ہوئی۔

اِسی سلسلہ میں محکمہ نہر کا وہ غبن بھی ہے جسکا چرچا اخبارات میں ہو رہا ہے۔ اِس غبن کی برآمدگی کا

کہنے والوں کو ایک ہی مبارک نام **مسلمان** سے موسوم کیا گیا تھا۔ کسی شخص کے لیئے ہڈی۔ نسلی اور خون کے لحاظ سے کوئی خاص حقوق اور امتیاز قوم میں نہیں دیا گیا تھا بلکہ عزت و امتیاز کا معیار اسلام نے ہمیشہ ہمیشہ

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

قرار دیا تھا یہ ایسا روح پرور معیار کلام اللہ میں ہے کہ جسے دیکھ کر ہر شخص کے اندر ایک اُمنگ اور حوصلہ کے بڑھنے کا پیدا ہوسکتا ہے۔ مگر ہندوستان کی بود و باش نے مسلمانوں پر جو اثر کیا وہ یہ ہے کہ جن زنجیروں سے ہندو جکڑے ہوئے تھے آج مسلمان ان میں اسیر ہیں اور ہندو آزاد ہو رہے ہیں۔

اس قسم کی سوشل برائیوں پر نہ مسلمان ایڈیٹروں کے قلم کو جنبش ہوتی ہے نہ مسلمان لیڈروں کی زبان کو حرکت۔

پھر ان خرابیوں کی **اصلاح** مذہبی طبقہ سے ہونی چاہئے تھی۔ اور یہ آواز علماء کے گروہ سے بلند ہوتی۔ مگر نہیں وہاں بھی خاموشی ہے۔ اور بجائے اتفاق و اتحاد کے **کفر فروشی** اس پاک گروہ کا کام ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کی ایسی حالت پر جو کوئی رو سکتا ہے روئے۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ (جو منہاج نبوت پر قائم ہوا۔ اور جس کی غرض **فیج اعوج** کی تمام غلطیوں کو دور کرنا اور اصل اسلام کی عملی صورت کو پیدا کرنا مقصود ہے۔ ہم نے اس سلسلہ میں کسیقدر قدم آگے بڑھایا ہے۔ اور پہلے اسی نے مقلد غیر مقلد اور دوسرے فرقوں کے امتیاز کو اُٹھا کر مختلف فرقے کے مسلمانوں کو ایک سطح پر کھڑا کر دیا ہے۔ اور جن امور سے جھگڑے پیدا ہوتے تھے ان نزاعوں کو اُٹھا دیا ہے مگر ابھی تک ایک حد تک نہیں بہت بڑی حد تک **قومی امتیاز** موجود ہے۔ اور اس امتیاز کے ساتھ دولت و ثروت کو معیار تکریم سمجھا جاتا ہے۔ بانی سلسلہ کی یہ غرض نہ تھی اور نہ اس کے **جانشین** اور خلیفہ **بلافصل** کی یہ منشا ہے بلکہ دونوں نے اپنے طرز عمل سے نہ ایکبار بلکہ کثرت سے دکھا دیا کہ

اسکی نظر تقوی پر ہے

اور وہ اپنے نزدیک اسی معیار کو **معیار تکریم** قرار دیتے ہیں۔ جو ان کے رب کریم نے مقرر کر دیا ہے پس ہمارے نزدیک بھی اگر کوئی معیار تکریم ہونا چاہیئے تو وہی معیار ہو جو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا اور جسے ہم نے اپنے امام اور موجودہ **مطاع** کی زندگی میں عملی طور پر دیکھا ہے۔ جب تک یہ اصل کام نہیں کریگا **قومی عزت** کا معیار نیچا رہیگا۔ اور **قرآن کریم** کے اعلاء کا دعویٰ ہمارا زبانی جمع خرچ ہوگا۔ قرآن کریم کی عزت و عظمت جس کے اظہار کے ہم مدعی ہیں اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ ہم عملی رنگ میں اسے ظاہر کریں۔ اگر اس کے احکام کو تو ہم خدانخواستہ پس پشت ڈالتے ہیں اور زبان اور قلم سے اس کے احیاء کا دعویٰ کرتے ہیں تو حقیقت الامر یہی ہے کہ

یہ لاف زنی سے بڑھکر وقعت نہیں رکھتا

ہماری زندگیوں میں اگر مغربی فیشن اور اصول کام کرتا ہے یا کریگا جس میں نمائش اور تکلف زیادہ ہے تو

ہم مقام صدق سے گر جائینگے

اور مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو اللہ تعالیٰ کے اس الہام کے مصداق خدا نکرے کہ ہم بن جاویں

زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں

پھر اسی مضمون کا ایک حصہ شادیوں کے متعلق ہے حضرت مسیح موعود مغفور نے **وحدت قومی کیلئے** جن امور کو ضروری سمجھا تھا ان کے متعلق اصولی اور بنیادی طور پر ایک مناسب تحریک کو شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ ہمارے سب احباب جانتے ہیں کہ شادیوں اور ناطوں کے متعلق ایک اعلان آپ نے دیا اور نہ از خود بلکہ بعض دوستوں ہی کے اصرار اور التجا پر اس انتظام کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہا۔ کیا ہی مبارک حالت ہوتی اگر یہ انتظام کلیتاً حضرت کے ہاتھ میں ہوتا۔ مگر بعض امور ایسے پیش آئے کہ حضرت کو اس سے الگ ہونا پڑا۔ اور پھر یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ بہت ہی کم نکاح آپ کی مجلس میں ہوتے جن میں آپ شامل ہوتے۔ اس سے بڑھکر دردانگیز نظارہ کیا ہوسکتا ہے؟

پھر عورتوں کے حقوق اور ان سے حسن سلوک اور صلہ رحمی کے متعلق آپ نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں اسقدر بسط سے بحث کی کہ اگر اس حصہ کو الگ طیار کیا جاوے تو ایک ضخیم کتاب طیار ہو۔ آپ کے بعد حضرت **خلیفۃ المسیح** نے متعدد خطبے خصوصیت سے عورتوں کی حالت زار اور ان کے ساتھ جو سلوک آج کیا جاتا ہے اسپر پڑھے اور اپنے دلی دُکھ کا اظہار کیا اور چاہا کہ

اس صنف نازک سے نیک سلوک ہو

نکاح کے خطبے حضرت مغفور کی زندگی میں بھی **حضرت خلیفۃ المسیح** ہی پڑھتے تھے اور اب بحیثیت **امام** آپ پڑھتے ہی ہیں۔ ان خطبوں میں بالالتزام عورتوں کی بیکسی اور ان پر جو ستم توڑے جاتے ہیں آپ نے انکا ذکر کیا ہے اور قوم کو ڈرایا اور ان لوگوں کو **مبارک** اور خوشوقت کہا جو انکی مصائب اور مشکلات کو کم کرنے کی تجاویز کو عملی رنگ دیں۔ میری سمجھ میں ہمارے گھروں میں بہشتی زندگی کا نظارہ تو ایسی صورت میں شروع ہوسکتا ہے اور اس **شیریں رشتہ** کی قدر و قیمت اسی وقت ہم میں پیدا ہوسکتی ہے کہ ان رشتوں کو ہم کلیتہً حضرت کے ہاتھ میں دیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض اوقات غلط فہمیاں پیدا ہوسکتی ہیں اور ایسے حالات پیدا ہوسکتے ہیں جو موجب تکلیف اور ابتلا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ بعض حالات ایسے پیش آئے ہیں کہ مجھے خطرہ ہو چلا ہے کہ حضرت **خلیفۃ المسیح** بھی شاید اس نازک ذمہ داری کے کام سے اپنے آپ کو الگ کرلیں اور بالآخر اپنے **امام** کی سنت پر قدمزن نہوں کہ نکاح کی مجلسوں میں آپ کی شمولیت بھی کم رہجاوے۔ اور اگر ایسا ہوا تو میں سمجھتا ہوں **احمدی قوم** کے یہ دوز فہمیل ہونے کا ثبوت ہوگا۔ ایسی مشکلات کا انسداد **قومی فورس** سے ہونا چاہیئے۔ ہم اپنی برادریوں میں قومی اثر سے ان خرابیوں

ہیں۔ چنانچہ گلبرگہ اور ریاست حیدرآباد کے دیگر اضلاع میں یہ رسم جاری ہے۔ بچوں کی پیدائش اموات شادی وغیرہ پہ پنڈتوں کو بلوا کر جنم پتریاں بنوائی جاتیں اور مولود کے نام رکھوائے جاتے ہیں۔ شادی سے پہلے پنڈت سے شبھ لگن (ساعت سعید) نکلوائی جاتی ہے اور بعض مقامات میں تو نکاح ہونے سے پیشتر برہمن سے اُسی طرح پھیرے ڈلوائے جاتے ہیں جیسے کہ ہندوؤں میں موت کے بعد کریا کرم کرایا جاتا ہے۔

راجپوتانہ کے اکثر مقامات میں مسلمان راجپوتوں میں دستور ہے کہ مرد گاہے گاہے گوشت استعمال کرتے ہیں مگر اُسے عورتیں نہیں پکاتی ہیں اور نہ وہ گھر کے اندر پکایا جاتا ہے۔ بلکہ گھر سے باہر مرد پکاتے ہیں۔ اور کھانے کے بعد برتنوں کو خوب مانجتے اور صاف کرتے ہیں۔ اس کے بعد اُن برتنوں کو عورتیں دوبارہ مانج کر صاف کرتی ہیں۔ جو مسلمان راجپوتانہ اور دکن کے اکثر مقامات میں پائے جاتے ہیں اُن میں سے خواندہ ایک فیصدی بمشکل ہونگے۔ اور وہ بھی ہندی یا اُس کی کسی بہن سے واقف۔ یہ لوگ کسی اسلامی کتاب کو نہیں پڑھتے بلکہ گیتا، راماین۔ آلہ۔ اودل۔ مہابھارت۔ اور مختلف سانگیتوں کو جن میں ہندوؤں کے سورماؤں۔ دیوتاؤں اور اُن کے مذہبی اصولوں کا بیان ہوتا ہے۔

یہ اور اسی قسم کی دیگر باتوں کے ہوتے ہوئے ان مسلمانوں کو مسلمان کہنا درست نہیں۔ لیکن چونکہ وہ کسی زمانہ میں بطیب خاطر اور محاسن اسلام سُنکر مسلمان ہوگئے تھے اس لئے اُن کے اور اُن کی اولاد کے ساتھ پختہ ایمان کے اور واقف کار مسلمانوں کا رشتہ برادرانہ ہے۔ اور اس اعتبار سے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان کو مرتد ہونے سے بچانے کے لئے ہر قسم کی تدابیر عمل میں لائیں۔

جب مسلمان علماء اور واعظین کی اشاعت اور حمایت اسلام سے متعلق کوششوں پر انصاف کیساتھ نگاہ ڈالی جاتی ہے تو لامحالہ یہی کہنا پڑتا ہے کہ ۱۰۰ میں سے ۹۵ فیصدی اپنے فرض سے ناواقف ہیں۔ یا یہ کہ واقف ہوتے ہوئے بھی وہ اپنے فرض کی ادائیگی سے قاصر رہتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جب یہ لوگ اپنے فرض کی ادائیگی میں مسلسل طور پر مستعدی نہ دکھائینگے تب تک ہندوستان میں مذہب اسلام کی حالت نہایت خطرناک رہیگی۔ اور دیہاتی مسلمان مرتد بننے سے باز نہیں رہ سکینگے۔

یہ بات ناقابلِ تردید ہے کہ اشاعت اسلام کی سب سے زیادہ ضرورت اُن دیہاتی مسلمانوں میں ہی ہے جو اسلام کے اصول سے اور تعلیمات سے بے بہرہ ہیں۔ اگر اس مقابلہ اور جدوجہد کے زمانہ میں تعلیم یافتہ اور مذہب سے باخبر مسلمانوں نے خبر نہ لی تو تھوڑا عرصہ گذرنے پائیگا کہ اُن میں سے ہزاروں اور لاکھوں مرتد ہو کر ہندوؤں میں شامل ہو جائینگے۔ ان میں سے زیادہ تر میں ہندویت کا میلان پایا جاتا ہے اور جب تک کہ اُن کو راہ اسلام پر قائم رکھنے کیلئے سخت ترین کوشش نہیں کیجائیگی تب تک اُن کے مرتد ہونے کے میلان میں کمی واقع نہیں ہوسکیگی۔ اس لئے اب وقت ہے کہ علماء اور اسلامی انجمنیں ان لوگوں میں اشاعت اسلام کا کام بڑے زور و شور سے شروع کردیں۔

سلسلہ صحابہ

ندوۃ العلماء کے موقر رسالہ الندوہ میں اس عنوان سے ایک سلسلہ شروع کیا گیا ہے جو نہایت قیمتی اور دلچسپ ہے چونکہ وہ اس قابل ہے کہ الحکم کے ناظرین بھی اس سے استفادہ کریں اس لئے بلاکم و کاست شکر گذاری کے ساتھ میں اسے یہاں درج کروں (ایڈیٹر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ

علمی حیثیت سے اگرچہ مسلمانوں نے اور علوم و فنون کیطرح فلسفہ اخلاق میں بہت کچھ نکتہ آفرینیاں کیں اور اس کے متعلق نہایت کثرت سے کتابیں لکھیں لیکن عملی حیثیت سے اخلاق اور تزکیۂ نفس کے بہترین نمونہ صرف صحابہ کے زمانہ میں نظر آتے ہیں۔ مسلمانوں کو آج علم سے زیادہ عمل کی ضرورت ہے۔ اس بناء پر ہم چاہتے ہیں کہ الندوہ میں سلسلہ صحابہ کے عنوان سے ایک سلسلہ شروع کریں اور اس سلسلہ میں تمام صحابہ کبار کے حالات اُنکے فضائل و مناقب۔ اخلاق و عادات۔ غرض اُنکی پاک زندگی کے تمام واقعات درج کئے جائیں۔ اس سے ایک طرف تو مسلمانوں کو اِن پاک مثالوں کی اقتدا کا شوق پیدا ہوگا اور دوسری طرف یہ معلوم ہوگا کہ جناب رسالت پناہ کی مقدس ذات کن عجیب و غریب اور غیر محدود اوصاف کا مجموعہ تھی۔ جس کے فیض تربیت سے اس قسم کا مقدس گروہ پیدا ہُوا۔

صحابہ کا اگرچہ ایک ایک فرد اگرچہ مذہب و اخلاق کا پاک نمونہ تھا لیکن جو لوگ خود صحابہ کے زمانہ میں نسبتہً زیادہ متقی اور متبع سنت مشہور تھے اس سلسلہ میں اُن کا ذکر خاص طور پر کیا جائیگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ عام طور پر ان تمام محاسن اخلاق کا مجموعہ تسلیم کئے گئے ہیں اس لئے اس کا پہلا نمبر اُنھیں کے نام سے شروع کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عمر بن الخطاب کے بیٹے تھے۔ ابھی وہ بالکل بچے تھے کہ حضرت عمرؓ مشرف باسلام ہوئے۔ عام روایت تو یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عمرؓ سے پیشتر یہ شرف حاصل کر چکے تھے لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ وہ بھی حضرت عمرؓ کیساتھ اسلام لائے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی فطرتی شجاعت اور آزادی کی بناء پر جب کفار کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان کیا تو اُن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی تھے۔ چنانچہ اُن کی زبانی نافع کے ذریعے سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو اُنھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ اہل مکہ میں کون شخص ایسا ہے جسکے ذریعہ سے خبر عام طور پر شائع ہوجاتی ہے۔ لوگوں نے جمیل بن معمر الجمحی کا نام لیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نکلے اور اُن کے پیچھے پیچھے میں بھی چلا۔ میں اُسوقت اگرچہ بچہ

اگر کوئی کریڈٹ ہے تو ٹریبون کے الفاظ میں وہ

صرف مرزا سلطان احمد صاحب کیلئے ہے

اِس غبن کی تحقیقات کے دوران میں مرزا صاحب کو دھمکیوں کے خطوط ایسے ملے ہیں جن میں انھیں بتایا گیا کہ **تمھاری جان کی خیر نہیں**۔ مگر مرزا صاحب نے اپنے فرضِ منصبی کے مقابلہ میں زندگی اور موت کے سوال کو ہیچ قرار دیا۔ اور وہ اِس تحقیقات میں لگے رہے اور مقدمہ مرتب ہوگیا ایک کثیر رقم اہلکاران آنہار کی خیانت کی ثابت ہوئی ہے۔ جہانتک واقعات رہنمائی کرتے ہیں اِس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ غبن ہوا ہے۔ مگر ایک امر کا پیش کرنا شاید بموقع ہوگا۔ کہ بھاولپور کی آنہار کا انتظام صرف ایک شخص کے ہاتھ میں دیا گیا تھا لیکہ قریباً ۴ ہزار میل کے قریب نہروں کا جال بچھا ہوا ہے۔ میں غلطی نہیں سخت فروگذاشت کرونگا کہ مشیر آنہار نے اِس انتظام کو نبھانے میں اپنی قابلیت کا ثبوت ضرور دیا ہے اور وقتاً فوقتاً انھوں نے ریاست کو کافی انتظامی عملہ کے دئے جانے پر بھی توجہ دلائی۔

مشیر آنہار اپنی انتظامی قابلیت کے لحاظ سے قابل داد ہے اور ریاست نے اِس پہلو سے ایسے افسر کے انتخاب میں غلطی نہیں کھائی اور انھوں نے ریاست کی خاص خدمات نہروں کے اجرا اور ریاست کے گزیٹر کے لکھنے اور تنازعات سرحد کے انفصال کے متعلق جو کی ہیں وہ کسی صورت میں نظر انداز کئے جانے کے قابل نہیں ہیں۔ اِس مقدمہ میں ریاست کو ناکافی عملہ کے دئے جانے کا اعتراف ضرور کرنا پڑیگا۔ بہرحال اِس میں کوئی کلام نہیں کہ فروگذاشت ہوئی اور اس کے نتائج ہزاروں روپیہ کی خیانت اور غبن کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ اِس مقدمہ کے اثر سے ریاست کے دُوسرے محکمہ جات کا انتظام خود بخود ہو رہا ہے۔ اور ذمہ دار آفیسر توجہ کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ مرزا صاحب کی خداداد قابلیت اپنے جوہر دکھائے گی اور رعایائے بھاولپور کی خوش نصیبی اور ریاست کی بھلائی کا یہ ایک [illegible] جدید

عہد جدید ہوگا۔

پریسیڈنٹ صاحب کو ایسے ہی قابل اور مسلم دیانتدار آدمی کی ضرورت تھی۔ اور اب پہلے سے بہت زیادہ خوبی کے ساتھ نابالغ رئیس کی رعایا کی بھلائی کے لئے سعی کر سکینگے۔

اور جن تجاویز کو وہ عملی رنگ میں لانا چاہتے تھے اب نہایت آسانی سے رائج کرینگے۔

محکمہ نہر کا انتظام گورنمنٹ کے محکمہ نہر کے انتظام کے رنگ میں لانے کی تدابیر پر غور ہو رہا ہے۔ اور محکمہ مال کی اصلاحوں کا سوال پیش نظر ہے۔ میری دانست میں ایک یا دو قابل آدمی جو پنشنر ہوں یا گورنمنٹ کے ہاں ملازم ہوں اور جن کی دیانتداری اور جفاکشی مسلّم ہو محکمۂ مال سے منگوائے جاویں اور ان کی سپرد دفاتر کی اصلاح کا کام کیا جاوے۔ میری سمجھ میں اگر ایسے آدمیوں کا انتخاب **مرزا صاحب** کی رائے پر کلیتاً چھوڑ دیا جاوے تو شاید زیادہ مفید ہو۔ اسطرح پر محکمہ مال کے دفاتر بھی درست ہو جائینگے اسیطرح پر دوسرے محکمہ جات کی اصلاح کیجاوے کام کے آدمی رکھے جاویں اور دفاتر کو باقاعدہ کیا جائے رعایا کی سہولتوں کو مدنظر رکھا جاوے

میں اس سلسلہ میں بہت سی اصلاحی باتیں پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور خدا نے توفیق دی تو یکے بعد دیگرے انھیں پیش کرونگا۔ اور مجھے اُمید ہے کہ کونسل ان پر توجہ فرمائیگی۔

نام کے مُسلمان اصل میں ہندو

ایسے لوگوں میں اشاعت اِسلام کی ضرورت

معزز ہمعصر روزانہ پیسہ لکھتا ہے کہ فی زمانہ جبکہ صرف عیسائی مشنری بلکہ آریہ سماجی بھی اِس جد و جہد میں مصروف ہیں کہ بانیٔ اسلام (فداک روحی) اور اِس کی پاکیزہ و بے لوث اور بے نظیر و قانون قدرت کے عین مطابق تعلیم کی بابت اُن دیہاتیوں میں جو برائے نام مُسلمان اور اسلام کی تعلیم سے بے بہرہ ہیں طرح طرح کی بدگمانیاں پھیلائیں اور اُن کے ایمان میں خلل ڈالکر اُن کو شدھی کے ذریعہ سے مرتد بنائیں اِس امر کی ضرورت لاحق ہو رہی ہے کہ اشاعت اِسلام کے کام کو باقاعدہ اصول اور وسیع پیمانہ پر اور بڑے زور و شور سے جاری کیا جائے

ہندوستان میں لاکھوں ہی ایسے لوگ ہیں جو محض مردم شماری کے اعتبار سے مُسلمان کہلاتے ہیں اور اصول اسلام سے نابلد ہیں۔ ان کی جہالت کا یہ حال ہے کہ اُن میں سے زیادہ تر کلمہ طیّبہ سے بھی واقف نہیں اور نماز میں نیت صرف یہ کہکر باندھتے ہیں کہ "جو نیت امام کی سو ہماری" ان میں باوجود مُسلمان ہونے کے پشت ہا پشت سے بُت پرستی کی ساری رسمیں چلی آتی ہیں۔ راجپوتانہ کے اکثر مقامات میں تو اُنکے نام بھی ہندوؤں ہی کے سے رکھے جاتے ہیں مثلاً دہن سنگھ۔ ابھے سنگھ۔ شمشیر سنگھ۔ کالی رام بھٹالی رام۔ اِن لوگوں میں پوشش اور خورونوش کے طریقے بالکل ہندوانی ہیں۔ وہ مندروں میں جاکر بتوں کو سجدے کرتے اُن سے منتیں مانگتے اور اُن کی پرستش کرتے ہیں۔ ہندوؤں کے تہواروں کو مسلمانوں کے تہواروں پر ترجیح دیتے ہیں۔ بولی اور خیالات کے اعتبار سے بھی اُن میں اور ہندوؤں میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ ہندوؤں ہی کی مانند وہ چوکہ لگا کر کھانا پکاتے اور چوکے ہی میں بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ کوئی غیر شخص اُن کے چوکے میں نہیں داخل ہو سکتا۔

ریاست جاورہ گجرات۔ دکن کے اکثر مقامات کل راجپوتانہ بندیلکھنڈ اور ممالک متحدہ کے دیہاتوں میں جسقدر بھی مسلمان ہیں۔ اُن میں نوے فیصدی سے بھی زیادہ نام کے مُسلمان اور در اصل ہندو ہیں۔ بعض مقامات میں تو وہ مُردوں کی لاشوں کو دفن نہیں کرتے بلکہ جلاتے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

نمبر ۳۷ و ۳۸

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم

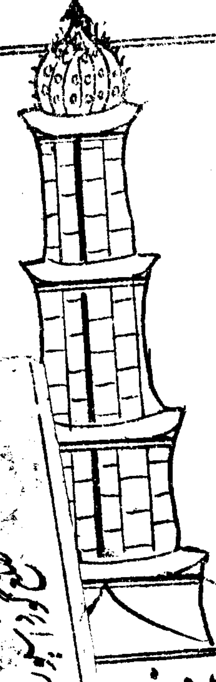
الحکم

۱۴ اکتوبر ۱۹۱۱ء جلد ۱۵

(قادیان دار الامان)

دوا بینی شفا ... دار الامان بنی

... جہاد قادیان بنی



قادیان دار الامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸- تاریخ کو شایع ہوتا ہے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک و ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپ کر شائع ہوا

قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے

یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت مومن کی سعادت ہے۔ اور ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ

تلاوت کی اصل غرض عمل ہے

عملی اور اعتقادی قوتوں کا نشو ونما اس وقت تک نہیں ہوتا۔ جبتک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہ حاصل نہ کرے اور یہ آگاہی

قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ترجمۃ القرآن شروع کیا گیا ہے اس میں با محاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں اور اس ترجمہ اور نوٹوں کی

خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجازی قوت کو ظاہر کیا جاوے

یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کو مد نظر رکھ کر لکھے گئے ہیں۔ اور

عاشق قرآن کریم حضرت مولانا مولوی حافظ نورالدین خلیفۃ المسیح (مد ظلہ العالی)

کے درس سے لئے ہوئے نوٹس۔ آپ کی تحریروں اور ملفوظات اور حضرت مسیح موعود مغفور کی تحریروں۔ ملفوظات اور دیگر بزرگان ملت کے ملفوظات سے جمع کئے گئے ہیں۔

ان کو آپ نے ابتک نہیں پڑھا تو ضرور پڑھیں۔ کہ اس میں نور۔ ہدایت۔ اور شفا ہے ہدیہ فی پارہ ایک روپیہ

نوٹ۔ سات پارے تیار ساتوں کے اکٹھے خریدار سے سات روپیہ (۷)

دفتر الحکم قادیان ضلع گورداسپور سے درخواست کرو۔

ہر انسان کے پڑھنے قابل طبی کتب

کیا ہم لڑکا یا لڑکی اپنی مرضی پر پیدا کر سکتے ہیں؟

اولاد حسب خواہش پیدا کرنے کے متعلق آجتک وید، یونانی و ڈاکٹری کی کل تحقیقات کا علیحدہ علیحدہ بیان کس طرح تبدیلی کی جا سکتی ہے کیسی خوراک خیرہ سے حسب خواہش اولاد پیدا کی جا سکتی ہے۔ مختلف رائیں اور تمام محققین کی تصویریں۔ جو اہل خانہ ہیں انہیں ضرور اسکو ایک بار دیکھ لینا چاہیے۔ قیمت اڑھائی آنے . . . . . ۲؍

رسالہ حفظ ماتقدم طاعون — حفظ ماتقدم کے متعلق حکیموں، ویدوں یا ڈاکٹروں نے آجتک جتنی تحقیقات کی ہے سب اسمیں درج ہے۔ حفظ ماتقدم کے ہر ایک اصول اور ہر ایک دوائی کا مفصل بیان ہے۔ کل مضمون دیکھ کر کسی اور کتاب کو دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ قیمت ساڑھے سات آنہ فی جلد . . . . . . ۷؍

رسالہ گھر کا حکیم — گھر کا حکیم اس واسطے ہے کہ عام عام طور پر گھروں میں ہوتے رہنے والی امراض کے مختصراً آسان مگر مجرب و آزمودہ سچے نسخے اسمیں دیئے گئے ہیں تاکہ ہر ایک تیار کر کے فایدہ اٹھا سکے اور تھوڑی سی بات پر حکیم کی ضرورت نہ ہو۔ چند ماہ میں پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا تھا دوسرا ایڈیشن۔ قیمت اڑھائی آنے . . . . . ۲؍

کیا میں تندرست ہوں اور صحت و درازی عمر کا راز؟

آجتک اردو زبان میں اس قسم کا رسالہ نہیں لکھا گیا۔ شروع کر کے بغیر پڑھے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ مرد، عورت، بچہ، بوڑھا، جوان، تندرست، بیمار ہر ایک کو اس رسالہ کے اصولوں کو جاننا چاہیئے۔ تندرستی کے اصول جن پر امیر و غریب عمل کر سکتا ہے بدلائل بیان کئے گئے ہیں۔ قیمت فی جلد ساڑھے آٹھ آنہ . . . ۸؍

رسالہ عشرت . . . . . کل دنیا میں ۹۹ فیصدی سے بھی زیادہ اس مرض سے مبتلا ہیں وجہ یہ ہے کہ بدعادت تمام دنیا پر قبضہ کئے ہوئے ہے۔ اس رسالہ میں اسکی مکمل تشریح کی گئی ہے اور بعدہٗ مفصل علاج اور ہر قسم کے نسخہ جات بھی دیئے گئے ہیں تاکہ ہر امیر و کبیر فایدہ اٹھا سکیں۔ دوبارہ بہت سی زیادتی کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔ قیمت ساڑھے پانچ آنہ . . . ۵؍

رسالہ ہلیلہ — روایت ہے کہ دھنونتری جی ہلیلہ کو ہاتھ میں لیکر سمندر سے برآمد ہوئے تھے گویا ہلیلہ کل امراض کے واسطے کافی ہے۔ رسالہ ہذا میں اس کا بیان مکمل درج ہے۔ یہ بھی دوسرا ایڈیشن ہے۔ قیمت فی جلد ڈیڑھ آنہ . . . . . . ۱؍

رسالہ وضع حمل — یہ رسالہ ہر گھر میں موجود ہونا چاہیے اور ہر گھر میں پڑھا کر یا سنا کر اسکے تمام مضامین ذہن نشین کرا دینے چاہئیں۔ ہر دایہ کو اس سے واقف ہونا ضروری ہے۔ جسمیں ۳۲ بامتن تصاویر ہیں۔ قیمت فی جلد ساڑھے چھ آنے . . . . . . ۶؍

رسالہ آتشک — از روئے وید، یونانی و ڈاکٹری اس مرض کی کل تشریح، اسباب، علامات اور علاج وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے ایسی مکمل کتاب نہیں لکھی گئی۔ ڈیڑھ سو سے زیادہ ہر قسم کے نسخہ جات دیئے گئے ہیں۔ تمام حکما کا ساز ہے۔ قیمت بارہ آنے . . . . . ۱۲؍

تحفہ سرما — موسم سرما میں کھانے لائق اغذیہ و ادویہ معجون، حلوے، حریرہ جات، گزک، تحفہ سرما، مربہ جات، بسکٹ، سفوف وغیرہ وغیرہ کے بیسیوں نہایت اعلے نسخے دیئے گئے ہیں۔ قیمت صرف اڑھائی آنہ ۲؍

رسالہ سوزاک — ۱۶۰ صفحوں کا وید، یونانی اور ڈاکٹری کی کل تحقیقات کھولنے والا مکمل رسالہ جسمیں ۲۰۰ سے زیادہ ہر قسم کے نسخہ جات بھی دیئے گئے ہیں مرض سوزاک اور اس کے متعلقین امراض پر اس سے بہتر کوئی رسالہ نہیں مل سکتا ہے۔ قیمت فی جلد . . . . ۸؍

رسالہ حکیم مریض — حکیم کو علاج کرنے سے پہلے اور مریض کو علاج کرانے سے پہلے اسکو پڑھ لینا چاہیئے کیونکہ اسمیں حکیم و مریض کے تعلقات کی بابت ضروری بحث کی گئی ہے اگر مریض اسکی پیروی کریں تو بہت ہی کم تکلیف اٹھائیں۔ قیمت فی جلد . . . . . . ۲؍

رسالہ زہروں کا علاج نمبر اول — اسمیں زہروں کے علاج کے ضروری نوٹ ہیں اور زہروں کے علاج کے مختصراً اصول ہیں۔ یونانی، وید اور انگریزی کا بیان ہے۔ حشرات الارض کو بھگانے کی تدابیر ہیں۔ قیمت فی جلد . . . . ۲؍

رسالہ زہروں کا علاج نمبر دوم — اسمیں تمباکو، شراب، چرس، افیون، گانجا وغیرہ کا ذکر ان کا زہر اتارنے کے علاج و طریق ان کے بد نتائج اور چھڑانے کی ترکیب درج کی گئی ہیں۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ . . . . عہ؍

رسالہ مجربات حکماء ہند نمبر اول — اس رسالہ میں دیش اپکارک کے سال از اپریل ۱۹۰۴ء تا مارچ ۱۹۰۵ء کے کل سوال اور انکے جواب درج کئے گئے ہیں بڑے بڑے نامی حکماء اور ایڈیٹر دیش اپکارک کے مجرب نسخہ جات درج کئے گئے ہیں۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ چار آنے . . . . عہ؍

رسالہ مجربات حکماء ہند نمبر دوم — اسمیں اخبار دیش اپکارک کے از اپریل ۱۹۰۴ء تا مارچ ۱۹۰۶ء یعنے تین سالوں کے کل مجرب نسخہ جات کا جو بصورت جوابات بار اسلات یا از طرف ایڈیٹر شایع ہوتے رہے ہیں لب لباب اور نچوڑ درج کیا گیا ہے۔ مجربات کی کان ہے۔ قیمت فی جلد تین روپے . . . . للعہ؍

رسالہ مجربات حکماء ہند نمبر سوم — دیش اپکارک کے سال اپریل ۱۹۰۸ء سے اپریل ۱۹۰۹ء تک کے مجربات کا مجموعہ۔ قیمت فی جلد . . . . للعہ؍

رسالہ برہمی — آجکل برہمی کے دافع نسیان مقوی دماغ، اکسیر حافظہ، دافع خفقان وغیرہ ہونیکو ہر خاص و عام بخوبی جاننے لگ گئے ہیں اور برہمی بہت ہی استعمال ہو رہی ہے۔ اسمیں برہمی کا مکمل بیان درج کر کے استعمال کے بیشمار اعلےٰ اعلےٰ طریقے لکھے گئے ہیں۔ قیمت اردو ۵؍ ہندی میں . . . ۱؍

رسالہ میٹھی نیند و فلسفہ خواب — اپنی طرز کا پہلا رسالہ جو آجتک ہندوستان میں نہیں لکھا گیا۔ زندگی کا تہائی سے زیادہ حصہ نیند میں جاتا ہے۔ قیمت ۱۴؍

رسالہ دلچسپ طبی مضامین نمبر اول — اخبار دیش اپکارک کے چند مضامین کا مجموعہ ہے۔ قیمت فی جلد . . . . . ۳؍

رسالہ دردسر — دردسر کی کل اقسام کا علاج از روئے وید، یونانی و ڈاکٹری کے مفصل بیان ہے۔ قیمت فی جلد ساڑھے نو آنہ . . . . . ۹؍

شبرلہ — جو کوئی بھی کھا جاوے اسکو اسی کے . . . . اسکے بغیر لطف نہ آویگا۔ کہہ نیچے اگر . . . . . . قیمت فی جلد . . . . . . عہ

نور احمد بہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شایع ہوا۔

چونکہ اس وقت کمپونڈر بیمار تھا۔ اس لئے انہوں نے اسی وقت معائنہ نہ کیا۔ آخر ۳ بجے ایک مصلی کمال کو ساتھ لیکر معائنہ کیا۔ اسی دن مسٹر فلبی اسسٹنٹ کمشنر و سب ڈویژنل مجسٹریٹ صاحب خود بھیرہ میں موجود تھے۔ انہوں نے بیانات وغیرہ قلمبند کئے۔ اگلے دن اسسٹنٹ سرجن بشارت احمد کی شہادت معائنہ ڈاکٹری کے متعلق ہوئی۔ انہوں نے بیان کیا کہ معائنہ پر انہوں نے تلی کو دو جگہ سے پھٹا ہوا پایا۔ اور تلی کے وزن میں ۴۳ ½ ۔اونس تھی اور کہ پیٹ میں تلی کے پھٹنے کی وجہ سے خون جمع تھا اور موت تلی کے پھٹنے سے واقع ہوئی۔ اور کوئی ضرب کا نشان جسم پر نہیں پایا گیا۔ پولیس کی رپورٹ بھی اسی امر کی مظہر ہے۔ کہ جسم پر کسی جگہ بھی ظاہری نشان ضرب کا نہیں تھا۔ مجسٹریٹ صاحب نے مقدمہ زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند حکماً پولیس سے چالان مرتب کرا کر مقدمہ سیشن سپرد کر دیا۔ سیشن جج صاحب نے ملزم کو ۵۰۰ روپیہ کی ضمانت پر رہا کیا۔ اور یہ حکم لکھا کہ سرکاری وکیل کو نوٹس دیا جاوے کہ کیوں رپورٹ سپردگی کو منسوخ کرنے کے لئے مسل چیف کورٹ میں نہ بھیجی جائے۔ اس کے بعد مسٹر فلبی نے سیشن جج کو لکھا کہ وہ کچھ اور نئی شہادت اور مرتب کر کے ایزاد کرنا چاہتے ہیں۔ جس پر مسل واپس بھیجی گئی۔ اور ملزم پھر حوالات میں کر دیا گیا۔ ۴ ستمبر کو یعنے واقعہ موت سے اٹھارہ دن بعد مسٹر فلبی معہ سول سرجن کے بھیرہ میں پہونچے۔ اور قبر کو اکھاڑ کر حسب بیان سول سرجن صاحب تلی نکلوائی گئی اور کاٹ کر سپرٹ میں رکھ لی گئی۔ اور اگلے دن یعنے ۵ ستمبر کو بمقام سرگودہ پہونچکر تولی گئی۔ ۱۶ ستمبر حال کو سول سرجن صاحب نے عدالت میں یہ بیان دیا۔ کہ ۵ ستمبر کو تولنے کے وقت تلی وزن میں ۱۲۔ اونس سے کم پائی گئی۔ ان کی رائے میں غالباً ۱۰۔ یا ۱۱۔ اونس کے درمیان ہوگی۔ سول سرجن صاحب نے اپنی شہادت میں یہ بھی بیان کیا۔ کہ جب انہوں نے لاش کو دیکھا تو اسوقت انتڑیاں بالکل گل چکی تھیں اور کہ انہوں نے تلی کی جھلی پر کوئی تلی کے پھٹنے کا نشان نہیں پایا۔ اور کہ اُن کی رائے میں اس جھلی کے اندر ۴۳۔اونس مادہ نہیں آسکتا۔ مگر زیادہ سے زیادہ وزن ۳۰۔ اونس اس میں آنا ممکن تھا۔ صحت کی حالت میں اس لڑکے کی عمر کے لحاظ سے تلی کا وزن سول سرجن صاحب کی شہادت کے مطابق ۶۔ اونس ہونا چاہیئے تھا۔ اس کے بعد اسسٹنٹ سرجن بشارت احمد کی شہادت دوبارہ لی گئی۔ اور انہوں نے بیان کیا کہ تلی کا وزن ½ ۴۳۔ اونس تھا۔ کمال خاکروب نے بھی تلی کا وزن اسی قدر بیان کیا۔ بیانات گواہاں وغیرہ قلمبند ہو کر جب کل کے کل گواہ عدالت سے جاچکے تھے تو صاحب مجسٹریٹ بہادر نے اسسٹنٹ سرجن بشارت احمد کو دوبارہ بلا کر ان کو اور کمال خاکروب کو ہتھکڑی لگانیکا حکمدیا۔ اس بنا پر کہ ہر دو ملزم زیر دفعہ ۱۹۳۔ تعزیرات ہند کے مرتکب ہوئے ہیں۔ چنانچہ اسسٹنٹ سرجن اور خاکروب کو ہتھکڑی اکٹھی لگائی گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے ضمانت کے لئے زبانی درخواست کی مگر مجسٹریٹ نے کہا کہ ہم ضمانت نہیں لیتے۔ یہ واقعہ ملانوالی کا ہے جو سرگودہ سے آگے ایک سٹیشن ہے۔ اس وقت مجسٹریٹ صاحب ڈاکٹر اور خاکروب کے ہتھکڑی لگائے ہوئے سٹیشن پر پہونچے۔ جہاں دیوان دولت رائے وکیل اصل ملزم مقدمہ موجود تھے۔ دیوان دولت رائے نے اسی وقت درخواست ضمانت لکھ کر پیش کی اور مجسٹریٹ کو کہا کہ جرم قابل ضمانت ہے۔ ضمانت لیکر اسسٹنٹ سرجن کو رہا کیا جائے۔ اور مجسٹریٹ کے استفسار پر کہ کون ضمانت دیگا خود ضمانت دینے کی آمادگی ظاہر کی۔ اور یہ بھی کہا کہ اور ضامن بھی موجود ہیں۔ اور تحصیلدار صاحب بھیرہ جو اسوقت پلیٹ فارم پر موجود ہیں۔ تصدیق ضمانت بھی کرسکتے ہیں۔ مگر مجسٹریٹ صاحب نے درخواست لینے سے بھی انکار کیا۔ چونکہ سیشن جج صاحب رخصت پر تھے۔ اور ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کوہ سکیسر پر تھے۔ اسلئے کوئی مزید کارروائی اس وقت ضمانت کے لئے نہ ہوسکی اور ڈاکٹر صاحب کو سرگودہ لیجا کر حوالات میں رکھا۔ اور اگلے دن بلا ضرورت سارا دن اسی طرح خاکروب کے ساتھ ہتھکڑی لگائے ہوئے کچہری میں حاضر رکھا۔ اور اسی شام کو حکمدیا کہ اسی حالت میں انہیں شاہ پور جو ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے پیدل لیجایا جاوے۔ جہاں وہ ۱۸ ستمبر کو بعد دوپہر جیل میں داخل کئے گئے۔ ۱۹ ستمبر کو وکیل نے ڈپٹی کمشنر صاحب کی خدمت میں بمقام سکیسر درخواست کر دی۔ جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر نے فی الفور ایک ہزار روپیہ کی ضمانت پر ڈاکٹر صاحب کو چھوڑنے کا حکمدیا۔ مسل مقدمہ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں ہے۔ اور ابھی تک کوئی مزید کارروائی نہیں ہوئی۔ اس حیرت انگیز مقدمہ سے تمام باشندگان بھیرہ میں سنسنی چھا گئی۔ اور ہر خاص و عام ان واقعات کو سن کر انگشت بدندان رہ جاتا ہے۔ (محمد علی وکیل) (از عام)

ہندوستان میں اسلام

آبزرور لکھتا ہے کہ قلب افریقہ سے ایک عیسائی مشنری نے واپس آکر جو مضامین شایع کئے ہیں ان سے پھر مہذب دنیا کی توجہ تاریک براعظم میں اسلام کے خاموشی مگر مستقل طور سے پھیلتے جانے پر مبذول ہوگئی ہے۔ ایک غیر ملک اور اجنبی گورنمنٹ کے ماتحت اخلاقی تحریک سے اشاعت اسلام صرف افریقہ میں محدود نہیں بلکہ دیگر ممالک میں بھی جہاں جہاں

مسلمان تارکان وطن پہونچے ہیں۔ یہی کیفیت ہجر اشاعت اسلام سے نوع انسان کی تمدنی۔ دماغی اور روحانی ترقی کو بڑی مدد ملی ہے۔ مسلمان تاجروں یا خداپرستوں کے جوش اشاعت اسلام کو دیکھنے کی غرض سے چین برٹش گائنا یا تبت میں جانیکی ضرورت نہیں۔ خود اس ملک کی تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ خواجہ معین الدین رح کو خواب میں پیر کیطرف سے ہدایت ہوئی کہ تم وسط ایشیا کو ہندوستان کا رخ کرو۔ اس زمانہ میں ہندوستان کے لوگ مذہب اسلام کے سخت مخالف تھے لیکن حضرت معین الدین رح ان رکاوٹوں وخوف وخطر سے مطلق نہ ڈرے اور قطع منازل ومراحل کرتے ہوئے براہ پنجاب راجپوتانہ پہونچے۔ ابتدا میں انہیں جاسوس تصور کیا گیا۔ لیکن آخرش ان کے اخلاق حسنہ وصفات پسندیدہ نے سب کے دل میں گھر کرلیا۔ اُن کی وفات کا سینکڑوں مسلمانوں اور ہزاروں ایسے لوگوں نے غم والم کیا جو دلمیں تو اسلام کی صداقت کے قایل ہو گئے تھے مگر بظاہر ذات پات کی پابندیوں اور خارج از برادری ہونیکے خوف سے مسلمان نہ ہوئے تھے۔

بابا فرید نامی ایک باخدا فقیر تن تنہا پنجاب کے وحشی اور تندخو قبایل میں جاکر مسکن گزین ہوئے اور اپنی نیک نفسی سے ان کو اسطرح رام کیا۔ کہ قبیلے یکے بعد دیگرے مسلمان ہوتے چلے گئے۔ چنانچہ ان کے انتقال کے وقت لاکھوں مسلمان موجود تھے ان اولیاء کے جانشینوں نے بھی اشاعت اسلام میں سعی وکوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ بعد کے زمانہ میں مولوی بھی اس بارہ میں صوفیوں اور پیروں کی کچھ مدد کرتے رہے صدیاں گذر گئیں۔ گو مسلمانوں کی حکومت نہیں رہی تاہم اسلام بدستور پھیل رہا ہے۔ بالخصوص برٹش گورنمنٹ کے عہد معدلت مہد میں بہ نسبت ان ممالک کے جہاں مسلمان فرمانروا ہیں اسلام نے زیادہ زیادہ ترقی کی ہے۔

ہندوستان میں اشاعت اسلام کی یہ مختصر تاریخ ہے تلوار کے زور سے نہیں بلکہ خداپرست بزرگوں کی روحانی واخلاقی خصایل حمیدہ اس کی ترقی واشاعت کا باعث ہوئے ہیں +

تیس چالیس سال پہلے مسلمان واعظین ومنادا اپنے مقدس فرایض میں نہایت سرگرمی سے مصروف تھے۔ اور صداقت کی روشنی پھیلانے میں انہوں نے سعی وکوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا یہ اپنے اخراجات کا بوجھ وہ مسلمانوں پر نہ ڈالتے تھے اور نہ کسی قسم کے چندہ سے ان کی اعانت کیجاتی تھی باوجود اس کے دیگر ادیان کے منادوں سے زیادہ کامیاب ہوتے تھے۔ لیکن اب ہندوستان میں اشاعت اسلام کے متعلق ایک بہت بڑا انقلاب ظہور میں آیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بے لوث مسلمان واعظین کی نسل مفقود ہوگئی۔ اور انہوں نے بظاہر معقول لایق جانشین نہیں چھوڑے۔ محض اسلام کے لئے منادی کا ولولہ معدوم ہوگیا۔ ایک زمانہ تھا۔ جبکہ غیر مسلم لوگ ان بازاروں میں نہ جاتے تھے جہاں بڑا کوئی مولوی وعظ میں مصروف ہوتا تھا کیونکہ انہیں خوف تھا۔ کہ کہیں اسکا زبردست وعظ تبدیل مذہب کا باعث نہ ہو۔ لیکن اب وہ مولوی خاموش ہیں۔ بلکہ الٹا اسلام پر زبان طعن دراز ہورہی ہے۔ اور ہمارے روحانی مقتداؤں کا ارشاد ہے کہ دیگر مذاہب کے لوگوں سے مباحثہ نہ کرو۔ جب تعلیم یافتہ اصحاب اپنے شکوک و شبہات رفع کرنے کیلئے مولویوں کے پاس آتے ہیں۔ تو انہیں کہا جاتا ہے ایسے شکوک کو دلمیں راہ نہ دیں۔ اور شیطان کیطرح عقلی دلایل سے کام نہ لیں۔ خفیف سے اختلاف رائے پر کفر کا فتویٰ لگ جانا معمولی بات ہے۔ انکا قول ہے کہ قیامت قریب ہے۔ اور پیغمبر کی یہ پیشینگوئی عنقریب پوری ہونے والی ہے۔ کہ اسلام غربا میں شروع ہوا۔ اور انہی میں اس کا خاتمہ ہوگا۔ غرضکہ کفر کے فتووں اور مسلمان کو خارج از دین بتانیکا زور ہے۔ اور غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کی کارروائی مفقود وموقوف ہوچکی ہے۔ بعض روشن خیال علماء اور انجمنیں مولویوں کے دامن سے اس دھبّہ کو دھونا چاہتی ہیں۔ جو بلاشبہ مسلمانان ہند کے دلی شکریہ کی مستحق ہیں۔ امید ہے کہ ان کی مساعی جمیلہ بارآور ہونگی اگرچہ ان مصلح علما کا اثر اپنے عالم بھائیوں میں محدود ہے اور انجمنیں بھی ہنوز طفولیت میں ہیں۔ تعلیم یافتہ مسلمان لایق وقابل علماء کی قلت کو نہایت سختی سے محسوس کرتے ہیں۔ گو انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں کی نسبت مولویوں کا اچھا خیال نہ ہو تاہم کسی اور اسلامی گروہ سے۔ ہم ان میں مذہب کا کچھ کم جوش نہیں دیکھتے ان کے خیال میں موجودہ زمانہ میں اسبات کی اشد ضرورت ہے کہ جاہل و اصول مذہب سے ناواقف مسلمانوں کو تعلیم وتلقین سے دائرہ اسلام سے خارج نہ ہونے دیا جاوے۔ اور ہندوستان کی ادنیٰ ذاتوں میں سرگرمی سے اشاعت اسلام کی کوشش کیجائے۔

اِنسان کا دل

وکٹوریہ پیپر رقمطراز ہے کہ انسان کے دل سے زیادہ پاک کوئی چیز نہیں ہے۔ اور انسان کے دل سے زیادہ ناپاک بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ خوبصورت ہے۔ اور یہ بدصورت بھی ہے۔ یہ بہشت ہے۔ جہاں آبحیات کی نہریں جاری ہیں اور جہاں اپنی روشنی میں تمام جگمگاتے ہوئے کواکب نورانی تماشہ دکھاتے ہیں۔ مگر یہ دوزخ بھی ہے۔ جس جگہ خوفناک آگ جل رہی ہے۔ اور نفسانی جذبات کے شیاطین ہل من مزید کا نعرہ بلند کرتے ہوئے بہشت کے جلانے وبرباد کرنے کا اہتمام کر رہے ہیں۔ انسان کا دل خوش نما باغ ہے جس کے رنگ برنگ پھولوں سے دماغ معطر ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر نادان اور نالایق باغبان اس میں کیطلے درخت

پاک شان پر حملہ کیا جاوے۔ شوکت صاحب اگر صرف ترجمہ کا ہی اعلان کرتے تو مجھے اسپر نوٹس لینے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر پھر اس پرانی بدعت نے سر نکالا ہے۔ جو اس سے پہلے کئی بار کچلی جا چکی ہے اور وہ یہ ہے

کہ بدوں متن ترجمہ شایع ہو

قرآن مجید کا ترجمہ متن کے بغیر شایع کرنا اس کی سخت توہین اور گستاخی ہے۔ اور مسلمانوں میں قرآن مجید کے مبارک کلام کو پڑھنے کے متعلق عام بدشوقی پیدا کرنے کی تحریک کرنا ہے اور یہی نہیں بلکہ یہ مقدمہ ہے عیسائیوں کیطرح کلام الہی کو خراب کرنے کا عیسائی قوم میں کلام الہی کو گم کر دینے کی آفت اسی راہ سے آئی۔ اور ترجمہ در ترجمہ ہوتے ہوتے اب کوئی جانتا بھی نہیں کہ اصل انجیل کس زبان میں تھی۔ تحریف تبدیل بھی اسی راہ سے پیدا ہوئی۔ غرض یہ نہایت خرناک کارروائی ہے۔ اس سے پہلے کئی مرتبہ اس خرابی کا انسداد ہوا ہے۔ امید ہے کہ مسلمان قرآن مجید کی بے عزتی گوارا نہ کرینگے کہ وہ ایک عام ترجمہ کی حیثیت سے شایع ہو۔ ترجمہ کو کلام الہی کہنا سخت غلطی ہے قرآن مجید کے ترجمہ کو بدوں متن شایع کرنے کی کبھی جرأت نہیں ہونی چاہیئے۔ شوکت صاحب اپنی تجدید میں اس امر کو داخل نہ کریں۔ اور مسلمانوں کو اپنے حال پر رہنے دیں۔

احمدی قوم کی دلشکنی اور قانون انگریزی کی ہتک

الحکم کی اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ گورنمنٹ عالیہ کی توجہ طلب مختصراً ان واقعات کو لکھا گیا ہے جو جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن بھیرہ کے متعلق مسٹر فلبی اسسٹنٹ کمشنر صاحب کی بے اعتدالی سے پیش آئے۔ اس واقعہ نے پنجاب بھر میں ایک شور پیدا کر دیا ہے۔ اور احمدی قوم میں جو چار لاکھ سے زیادہ افراد کا مجموعہ ہے نہایت درد اور سخت رنج سے اس خبر کو سنا گیا ہے۔ احمدی قوم اپنی **وفاداری** اور فرماں پذیری کے اظہار سے گورنمنٹ سے کسی معاوضہ کی خواہشمند نہیں۔ اور گورنمنٹ پنجاب (جس کے حدود انتظامی کے اندر اس تحریک کا مرکز ہے) خوب جانتی ہے کہ احمدی جماعت جہاں تمام سرکاری تحریکوں میں اعانت کرنا۔ اپنا فرض جانتی ہے۔ اور انہیں کامیاب بنانے میں پوری کوشش کرتی ہے۔ وہاں اس کی طرف سے کبھی اس قسم کی خواہشیں اس کے سامنے نہیں رکھی گئی ہیں۔ جو دوسرے لوگوں کی طرف سے بعض اوقات مختلف رنگوں میں پیش کی جاتی ہیں۔ ان خواہشوں سے میری مراد خطابات کی خواہشیں یا اونچے عہدوں کی خواہشیں ہیں۔ احمدی جماعت اور اس کا بانی اور موجودہ **امام** گورنمنٹ کی اطاعت اپنا مذہبی فرض سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ یہ مذہبی جماعت ہے۔ اور مذہبی عملی زندگی پیدا کرنا اس کا اصل مقصد ہے ایسی صورت میں گورنمنٹ وقت کی اطاعت و وفاداری کی تعلیم دینا محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے۔ نہ گورنمنٹ کو خوش کرنے کیلئے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اگر یہ حکم دیا جائے کہ گورنمنٹ کی غداری کوئی جرم نہیں اور گورنمنٹ اس پر کوئی بازپرس نہیں کریگی۔ تب بھی احمدی **کرہ** سے جو آواز نکلے گی **وہ گورنمنٹ کی اطاعت** ہی کی **آواز** ہوگی۔

اس لئے یہ وفاداری نمائشی نہیں **فطرتی** ہے اور یہی **سپرٹ** ہے۔ جو ہمارا **امام** پیدا کرنا چاہتا ہے۔ باوجود اس کے بھی مسٹر فلبی اسسٹنٹ کمشنر اور شاہپور کے سول سرجن نے جو کارروائی حال میں کی ہے وہ نہایت شرمناک ہے۔ اس سے یہی نہیں کہ ایک کثیر التعداد وفادار رعایا کے دلوں کو سخت دکھ دیا گیا بلکہ اس کے ساتھ ہی

گورنمنٹ کے قانوں کی سخت توہین کیگئی ہے

اور **تاج برطانیہ** کے اصول **عدل و انصاف کو کچل** ڈالا گیا ہے۔ اس واقعہ نے ہندو اور مسلمانوں تمام قوموں کو یکساں رنج دیا ہے۔ احمدی قوم کا رنج اور افسوس تو اس وجہ سے ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب اپنی قوم میں **ممتاز** اور ایک نہایت قابل قدر بزرگ ہیں۔ مگر ان لوگوں نے بھی جو ہمارے سلسلے سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ ہمارے سلسلے اور اسلام سے بغض اور دشمنی رکھتے ہیں بہت بری طرح اس کو محسوس کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ واقعہ ہندوستان بھر میں

قانون انگریزی کی ہتک کرنیوالا ہے

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو معطل کرنے میں جو کارروائی کی گئی ہے وہ اس راز کا پورے طور پر انکشاف کریگی۔ ہم اس معاملہ میں کسی **رحم** کی درخواست کو پیش کرنا نہیں چاہتے اور ہرگز نہیں چاہتے۔ بلکہ ہماری درخواست ہے کہ اس معاملہ کی پوری تحقیقات کی جاوے۔ اور وہ بدظنی اور بدگمانی جو مسٹر فلبی کی کارروائی سے پیدا ہوسکتی ہے اس کی **تلافی** کی جاوے۔

احمدی قوم اس واقعہ کو گورنمنٹ کی کسی بے اعتدالی کا نتیجہ قرار نہیں دیتی۔ بلکہ وہ اسے صرف **مسٹر فلبی** سے منسوب کرتی ہے۔ اور کرنے کا حق رکھتی ہے اور ایسے لوگ ہی زیادہ تر موجب ہو جاتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ کے طرز عمل سے لوگوں کو بدظن کریں۔ ایڈیٹر الحکم کو ایک مرتبہ (جبکہ امرتسر میں چھٹی رساتوں کا سٹر انگ ہو گیا تھا۔ اور وہ اسکے توڑنے کا کام خاموشی کیساتھ کر رہا تھا اور اس میں کامیاب ہوا) مسٹر مائلز ارونگ صاحب امن دفت کے

ڈپٹی کمشنر امرتسر سے دیر تک ایجیٹیشن کے متعلق گفتگو کرنے کا موقعہ ملا۔ ان سے نہایت صفائی اور بے تکلفی سے عرض کر دیا تھا۔ اور صاحب موصوف نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ کہ بعض اوقات غلط فہمی ناتجربہ کار ہونے والے لوگوں کے اس بدنما سلوک سے پیدا ہوتی ہے۔ جو وہ دیسی شرفا کے ساتھ روا رکھتے ہیں۔ اور میں نے یہانتک کہہ دیا تھا۔ کہ ابھی آپ ہی کی کوٹھی پر جبکہ میں محض ایک سرکاری خیر خواہی کے لئے آیا۔ کتنی ہی دیر تک انتظار کرنا پڑا اور آپ کے ملازموں کو جرأت نہیں ہوئی کہ آپ کو اطلاع دیں اگر آپ خود باہر تشریف نہ لاتے تو شائد مجھے رات بھر یہاں رہنا پڑتا۔

مسٹر مائلز ارونگ نے اس امر میں مجھ سے پورا اتفاق کیا تھا۔ کہ پبلک کیسا تھ ہم لوگوں کو اپنے تعلقات وسیع کرنے چاہئیں۔ اسکا نتیجہ جہاں ایک طرف رعایا کی محبت کا حاصل کرنا ہوگا وہاں ملک کے عام حالات کا صحیح اور سچا علم حاصل ہوگا۔ اور مسٹر موصوف نے اپنے طرز عمل سے یہ دکھایا بھی کہ وہ نہایت اخلاق۔ اور شریفانہ طریق پر لوگوں سے پیش آتے اور ملتے رہتے۔ غالباً وہ آجکل منٹگمری میں ہیں۔ اور میں ایسے ضلع کو خوش قسمت سمجھتا ہوں۔ جہاں ایسے لوگ ہوں۔

بہر حال یہ توضمنی قصہ تھا۔ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو شاید مجھے کبھی اس کے ظاہر کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی۔ ہماری قوم جو خدمات اپنے طور پر گورنمنٹ کی کر رہی ہے وہ بدوں کسی صلے کی خواہش اور نمائش کے کر رہی ہے۔

پہلا موقعہ ہے کہ اس قوم کو دکھہ دیا گیا ہم اس تکلیف کو شرح صدر سے برداشت کرتے ہیں۔ اور اس میں گورنمنٹ کا شکوہ کرنے کے لئے اپنے دل میں ذرا بھی بیقراری نہیں پاتے مگر ہاں یہ بالکل سچی بات ہے کہ **قانون انگریزی کی یہ ہتک ناقابل برداشت امر ہے۔** گورنمنٹ کا ایک عہدہ دار اور انگلش پنشن کا ایک فرد جسکا مذہبی قومی اور قانونی فرض تھا۔ کہ وہ **قانون انگریزی کی حرمت** کو قایم رکھتا۔ اس نے اپنے عمل سے اس قانون کی سبکی کی ہے۔ اس کی فریاد ہم کرتے ہیں اور **سر لوئی ڈین کی گورنمنٹ سے** یہ توقع رکھتے ہیں۔ کہ وہ اس معاملہ پر پوری توجہ کرے گی۔ اور اپنے عمل سے دکھا دے گی۔ کہ اس کی نظر میں رعایا کے تمام افراد برابر ہیں۔ اور **قانون انگریزی کی توہین کرنیوالا**۔ خواہ ہندو ہو یا مسلمان یورپین ہو یا یوریشین ہو کبھی بھی جوابدہی سے بری نہیں ہو سکتا۔ مسٹر **فلپ اسسٹنٹ کمشنر صاحب کا یہ طرز عمل** قابل لحاظ ہے۔ رعایا کی عزت و آبرو کا تحفظ اس کے ہاتھ میں دیا گیا ہے۔ اس اختیار کا ناجائز استعمال کبھی گورنمنٹ کا منشا نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر صاحب نے اگر کوئی جرم کیا تھا تو بیشک اسکی باضابطہ تحقیقات ہوتی اور ہونی چاہیئے۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ خلاف قانون کوئی کارروائی کی جاوے۔ یا جن قانونی مراعات کو مدنظر رکھا گیا ہے اس سے فائدہ نہ اُٹھانے دیا جاوے۔

۱۶ ستمبر کو ڈاکٹر صاحب کی شہادت ہوئی تھی۔ اور ۱۵ ستمبر کو انکی معطلی کا حکم حاصل کیا جاتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ تاریخ مذکور پر وہ کس جرم کے مرتکب سمجھے گئے تھے۔

غرض یہ واقعات نہایت خطرناک اور دردکھ دہ ہیں اور اس سے کسی خاص قوم اور جماعت کو جو دکھ پہنچا ہے اس کو بالعام طور پر رعایا کے جمیع افراد جو سنجیدہ اور متین ہیں۔ اس واقعہ کو دیکھکر سخت حیران ہیں اور وہ اس **قانونی ہتک** کے معنے نہیں سمجھ سکتے۔

سر لوئی ڈین کی گورنمنٹ جب اس معاملہ پر خاص تحقیقات کرے گی۔ تو اُسے معلوم ہو جائیگا کہ یہ سارا معاملہ کسی گہری سازش کا نتیجہ ہے۔ احمدی قوم **ہز آنر** کی گورنمنٹ سے مطمئن ہے۔ اور وہ امید رکھتی ہے کہ یہ معاملہ تاریکی میں نہیں رکھا جاویگا اور **نوشیروانی عدل** ہوگا اور گورے کالے کا تفرقہ اُٹھ جائیگا۔ بالآخر ہمارے اطمینان کا موجب یہ ہے۔ کہ ہماری ساری امیدیں اللہ تعالیٰ پر ہیں۔ اور مومن ہر ابتلا کو خدا کے فضل کا پیش خیمہ سمجھتا ہے ✦

اصل واقعات مقدمہ

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن بھیرہ

۱۷۔ اگست ۱۹۱۰ء کی صبح کو بھیرہ میں ایک شادی کے موقعہ پر کچھ خیرات فقیر فقراء کو تقسیم کی جارہی تھی۔ کہ ایک فقیر لڑکا مسمی دربار علی عمر سولہ سال کے کچھ چوٹ آنے سے بہت خراب حالت ہو گئی۔ مدعیان یعنے دربار علی مذکور کے رشتہ داران کا بیان ہے کہ تقسیم کنندہ خیرات نے جو قوم خواجگان بھیرہ میں سے ایک شخص تھا۔ فقیر دربار علی کو غصہ میں آکر دو لاتیں خصیوں پر اور ایک لات پیٹ پر ماری جس سے وہ بیہوش ہو گیا۔ اور گر پڑا۔ وہاں سے وہ اُٹھا کر ہسپتال میں قریب ۹ بجے کے لے گئے۔ اسسٹنٹ سرجن ڈاکٹر بشارت احمد نے دیکھا تو لڑکا مر چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے دربار علی کے ورثا کو کہا کہ اُسے تھانہ لے جاویں۔ تھانہ سے قریب ساڑھے گیارہ بجے لاش واپس ہسپتال پوسٹ مارٹم معائنہ کے لئے بھیجی گئی۔ بموجب بیان ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

آپ لوگوں کو ہم پر ایسا ناراض کر دیا ہے۔ اگر ہم وفات مسیح کے قایل ہیں۔ تو کیا مسیح کی حیات کو ماننا شرایط ایمان میں داخل ہے کیا وہ لوگ جو ہندو سے مسلمان ہوتے ہیں۔ ان سے کلمہ طیبہ کے ساتھ یہ بھی کہلایا جاتا ہے کہ مسیح زندہ آسمان پر ہے کیا پہلی تفاسیر میں بھی حضرت عیسیٰ کی وفات کا ذکر نہیں ہے۔ کیا بخاری شریف میں متوفیك کے معنے ممیتك نہیں لکھے۔ کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ممبر پر کھڑے ہو کر نہ فرمایا تھا۔ کہ جیسا سب نبی پہلے مرگئے ایسا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہو گئے ہیں۔ پھر بتاؤ ہمنے کونسی نئی بات کی ہے۔ جس سے آپ صاحبان برافروختہ ہو گئے کیا آپ ہم پر اس واسطے ناراض ہیں کہ ہم نے مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح و مہدی مان لیا ہے سو میرے بھائیو! سنو اور پھر غور سے سنو!! کہ مرزا صاحب کوئی ہمارے رشتہ دار نہیں تھے ہم نے حدیث میں پڑھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا ہم نے قرآن و حدیث میں مسیح و مہدی کے جو نشان لکھے تھے وہ پورے ہوتے ہوئے دیکھ لئے طاعون پڑی۔ ریل جاری ہوئی۔ اونٹ بیکار ہوئے زلازل آگئے۔ حج میں رکاوٹ ہوئی۔ ادہر اودہر سے آدمیوں کا میل جول بکثرت ہوا۔ دریا چیرے گئے رمضان شریف میں کسوف خسوف ہوا۔ سب نشان پورے ہوئے۔ خود مرزا صاحب نے پیشگوئیاں کی تہیں۔ وہ پوری ہوئیں۔ اس نے ہم کو تقویٰ سکھلایا خدا کی عبادت میں لگایا۔ ہماری روحوں میں نیکی کی قوت پیدا کی اس جیسا کوئی قرآن شریف کے حقایق و معارف بتلانیوالا نہ ملا۔ اگر یہ شخص مہدی مسیح نہیں تو صدی کا سر تو گذر چکا ہے۔ تم کوئی اور مدعی دکھاؤ۔ جو اس سے بہتر ہو۔ ہم اس پر غور کرنے کے واسطے طیار رہیں۔ ورنہ خدا کے کلام اور نبی کی حدیث کی متابعت سے ہم کو نہ روکو۔ اور ناحق ہمیں دکھ نہ دو۔ خدا سے خوف کھاؤ۔

اپنے اعمال کو درست کرو۔ پرہیز گاری کی راہ پر چلو تاکہ خدا تم سے پیار کرے اور تم کو ہدایت کی راہ دکھائے۔ ہم تو باوجود تمہاری اس ایذادہی کے تمہارے حق میں کوئی کلمہ سخت نہیں بولتے۔ کیونکہ باوجود ان باتوں کے ہم جانتے ہیں کہ آخر آپ بھی ہمارے نبی کے ہی کہلاتے ہیں ؎

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار
کآخر کنند دعوے حب پیمبرم۔

آپکا خادم محمد صادق عفی اللہ عنہ از قادیان

زدرا غور فرماویں کہ ان میں کونسی بری بات ہے جس کی وجہ سے تم ہمارے مخالف ہوئے)

سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونیکے شرائط

اوّل۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہیگا۔

دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور فسق و فجور اور ظلم و خیانت فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا۔ اور نفسانی جوشوں کیوقت انکا مغلوب نہ ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے

سوم یہ کہ بلاناغہ پنجوقت نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہیگا اور حتی الوسع نماز تہجد کے اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کریگا اور دلی محبت سے اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو ہر روز اپنا ورد بنائیگا۔

چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی خواہشوں اور جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہ دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی طرح سے۔

پنجم یہ کہ ہر حال رنج و راحت عسر اور یسر اور نعمت و بلا میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ اور ہر حالت میں راضی بہ قضا ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں طیار رہیگا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہ پھیرے گا۔ بلکہ قدم آگے بڑھائیگا۔

ششم۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائیگا۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کریگا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دیگا۔

ہفتم یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا۔

ہشتم یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا اور جہان تک بس چلسکتا ہے۔ اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہونچائیگا۔

دہم یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ بہ اقرار اطاعت در معروف باندھکر اس پر تا وقت مرگ قایم رہیگا۔ اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور ناطوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔ فقط

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال
دلمیں اٹھتا ہے مرے سو سو ابال
مومنوں پر کفر کا کرنا گمان
ہے یہ کیا ایمانداروں کا نشان
ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین

دل سے ہیں خدام ختم المرسلینؐ
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدؐ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دیچکے دل اب تن خاکی رہا۔
ہے یہی خواہش کہ ہو یہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب
کچھ نمونہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے اے رب الورا

(مسیح موعودؑ)

قبول اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آؤ عیسائیو اِدہر آؤ ۔ نورِ حق دیکھو راہِ حق پاؤ

جسقدر خوبیاں ہیں قرآں میں ؛ کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ
سر پہ خالق ہے اس کو یاد کرو ؛ یونہیں مخلوق کو نہ بہکاؤ

ناظرین عرصہ ۳ سال سے دارجیلنگ میں تبلیغ وعظ کے کام پر مشن کیطرف سے متقرر تہا۔ اور اس سے پیشتر نو یا دس برس تک اور اکثر شہروں میں اسی کام پر تعینات تہا۔ میرے والدین نے مذہب عیسائیت قبول کیا تہا۔ اسلئے بندہ کی تمام گذشتہ زندگی عیسائیت میں گذری۔ اور مذہبی تعلیم کو اچھی طرح سے حاصل کیا اور اپنے ایام ملازمت میں مسیحی مذہب کی خدمت اچھی طرح کرتا رہا اور بہت سی مخلوق خدا کو مذہب عیسائیت میں شامل کیا۔ دارجیلنگ میں آکر خدا کریم نے مجھے اس اندہیرے سے نکالا جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب جنرل سکرٹری انجمن اسلامیہ دارجیلنگ سے مذہبی مباحثہ ہوتا رہا۔ مگر آفتاب کے سامنے تاریکی کبھی فوقیت حاصل نہیں کر سکتی آخر میں لاجواب ہوکر اپنے لایق پادریوں کی طرف رجوع ہوا۔ مگر پادری صاحبان سے سوائے اس جواب کے کہ "دعا مانگو" اور کچھ حاصل نہوا۔ یہی انجیل کہ تمام عمر پڑہتا رہا اسی انجیل نے مجھے جناب ڈاکٹر موصوف نے روشنی دکہا دی۔ بندہ ایک معقول تنخواہ پر جو کہ میرے گذارہ کے لئے کافی تھی بطور واعظ کے ملازم تہا۔ اپنی نوکری سے مستعفی ہوا۔ اور اپنے بہائی نے جنکا عیسائی نام ننہ مسیح تہا جنہوں نے میری طرح مذہب عیسائیت کی تعلیم اچھی طرح سے حاصل کی تھی۔ اور اکثر مدرسہ میں بطور معلم کے کام کیا تہا۔ اور اس وقت یہاں بمشاہرہ مبلغ ۱۵ ماہوار پر ملازم تھے۔ اور آپ بھی میرے ساتھ مباحثہ میں ہمیشہ شریک رہے۔ الحمد للہ بروز جمعہ بتاریخ ۱۶ جولائی ۱۹۰۹ء بمقام دارجیلنگ جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ بدست جناب منشی احمد میر صاحب نائب سکرٹری انجمن اسلامیہ دارجیلنگ ساکن امرتسر کڑہ قلعہ بہنگیاں کے بخوشی اسلام قبول کیا۔ اور میرے ساتھ میری بیوی جو کہ مشن کی تعلیم یافتہ ہے اس نے بھی میری پیروی کی۔ میری والدہ و میرے دو لڑکے و ایک لڑکی بھی مشرف باسلام ہوئے۔ دعا کریں کہ خداوند کریم ہمکو توفیق عطا فرماوے۔ کہ جسطرح ہم اندہیرے کی طرف لوگوں کو رجوع کر رہے تھے۔ اب سچے اور برحق دین کیطرف مخلوق کو رجوع کریں۔ اور ہمارا انجام بھی اسی برحق دین میں ہو ہم تمام مسلمانان خصوصاً جناب ڈاکٹر عبدالعزیز جنرل سکرٹری انجمن اسلامیہ دارجیلنگ ساکن جالندہر کے تہ دل سے مشکور ہیں۔ کہ اُنہوں نے ہمیں تاریکی سے نکال کر روشنی اور سچائی کی طرف لے آئے۔

اصلی نام	اسلامی نام
تمام لال پریچر	محمد عبدالعزیز
ننہ مسیح	محمد عبدالحمید
نفس مسیح	فضل احمد
مقبول مسیح	مقبول احمد

عورتوں کے نام

مریم۔ کنیز فاطمہ۔ خدیجہ۔

الراقم۔ محمد عبدالعزیز و محمد عبدالحمید از کوہ دارجیلنگ

قرآن مجید کا اُردو ترجمہ

قرآن مجید کے اردو ترجمہ کی ضرورت پر بحث کرنا میرا مقصد نہیں۔ قرآن مجید کے جس قدر ترجمے ہوں اور جسقدر ان کی اشاعت ہو یہ مبارک کام ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا کرے۔ اور اس خدمت کی اُسے توفیق ملے یہ فضل ہے۔ لیکن یہ کسقدر شرم کی بات ہے کہ انسان محض دوکانداری کے طور پر دوسرے مستند اور مقبول عام ترجموں پر حرف گیری کرے۔ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مرحوم کا ترجمہ قرآن مجید ایک مقبول ترجمہ ہے۔ اور جس خلوص نیت اور صدق کیساتھ شاہ صاحب نے قرآن مجید کی یہ خدمت کی ایسے دل بہت ہی کم لوگوں کو میسر آسکتے ہیں۔ اُس زمانہ میں قرآن مجید کا ترجمہ کرنا کوئی آسان امر نہ تہا۔ علماء کی مخالفت اور عوام پر انکا اثر جسقدر تہا وہ ایک ظاہر امر ہے۔ پہر ایسی حالت میں قرآن مجید کی جو خدمت شاہ صاحبؒ نے کی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ آج قرآن مجید کے کتنے ہی ترجمے ہوں لیکن اس قبولیت کو وہ حاصل نہیں کر سکتے۔ مجھے نہایت افسوس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ **شوکت میرٹھی** نے **قرآن مجید** کے ایک جدید ترجمہ کی ضرورت پیسہ اخبار میں شایع کی ہے اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے ترجمہ کی کوئی خاص خوبیاں بیان کرتے انہوں نے شاہ صاحب کے ترجمہ پر حملے کرنے شروع کئے ہیں۔ یہ طریق جسقدر مذموم اور قابل نفرت ہے وہ عیاں ہے۔ شوکت صاحب پہلے شاہ صاحب کا سا اخلاص اور صدق پیدا کریں۔ غرض یہ نہایت مذموم اور مکروہ طریق ہے کہ اپنی دوکان چلانے کے لئے ایک برگزیدہ اور مسلم راستباز کی پاک